خاموش پستول



حاتم طائی کے کارنامے ۔ ۵

خاموش پستول

اے حمید

مقبول اکیڈمی شاہراہِ قائدِاعظم لاہور

مقبول اکیڈمی

دیال سنگھ مینشن شاہراہ قائدِ اعظم لاہور

پرنٹرز : معظم پرنٹرز ۔ لاہور

- جاسوس کی موت
- خاموش پستول
- ایٹمی انجکشن
- خونی مینار
- ہیلی کاپٹر سے فائرنگ

جاسوس کی موت

آگ کے شعلے اُوپر کو بلند ہو رہے تھے۔
درخت کے نچلے حصّے کو آگ لگی ہوئی تھی۔ اب آگ اُوپر والی ٹہنیوں کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی تھی۔ کالا سانپ سب سے اُوپر والی ٹہنی سے چمٹا ہوا تھا۔ جب آگ کے شعلے اس کو چھُونے لگے تو اس نے ایک درخت کو دیکھا جو چند قدموں کے فاصلے پر تھا۔ یہ سانپ کی زندگی اور موت کا معاملہ تھا۔ اس نے اپنی ساری طاقت کو اپنے جسم میں جمع کیا اور پھر پوری طاقت کے ساتھ ایک جست لگائی اور آگ کے شعلوں کے اُوپر سے ہوتا ہوا دُوسرے درخت کی ٹہنیوں میں جا گرا۔
وہاں ایک ٹہنی سے چمٹ گیا۔ ٹہنی اُسے لے کر نیچے کو جھول گئی تھی۔ سانپ آگ سے بچ گیا تھا۔ اس نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا اور درخت پر سے رینگتا ہوا نیچے اُتر آیا۔ آدم خور حبشی دوسری طرف سانپ کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اس وقت آدم خور سردار اپنی جھونپڑی سے باہر

ہو گی۔"

عمارہ اور حاتم کو سانپ سے بچھڑنے کا افسوس ہوا۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ اجل ناگ کے حکم کو سانپ ہرگز نہیں ٹال سکتا۔ عمارہ نے کہا۔

"دوست! تم ہمیں بہت یاد آؤ گے۔"

حاتم بولا۔

"ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے تمہیں ضرور یاد کیا کریں گے۔"

سانپ نے کہا۔

"مجھے اس بات کی خوشی ہو گی کہ تم میں سے کسی نے مجھے یاد کیا۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔ یہاں سے دوسرے جنگل کے دریا پار سے میں اجل ناگ کے پاس چلا جاؤں گا۔"

عمارہ اور حاتم طائی نے سانپ کو بڑی محبت اور جذبات کے ساتھ رخصت کیا۔ سانپ چلا گیا تو عمارہ بولی۔

"اب ہمیں بھی ارجنٹائن کے دارالحکومت کی طرف کوچ کرنا ہو گا۔"

اور وہ دونوں غار سے نکل کر قصبے کی طرف روانہ

ہو گئے۔ قصبے سے اُنھوں نے خچر لیے اور اس بڑے قصبے میں آ گئے جہاں سے انہیں لاری لینی تھی۔ رات گہری ہو جانے کی وجہ سے لاری اڈہ خاموش پڑا تھا۔ دونوں دوستوں نے باقی کی رات وہیں لاری اڈے پر ہی گزار دی۔ صبح صبح پہلی لاری میں بیٹھ کر وہ دارالحکومت کی طرف چل پڑے۔

دارالحکومت میں وہ صبح کے وقت پہنچے اور سیدھے ایک ہوٹل میں آ گئے۔ یہاں انہوں نے ایک کمرہ لیا اور غسل وغیرہ کر کے کپڑے تبدیل کیے۔ دوپہر کے وقت حاتم طائی ایک باغ میں سے گزر رہا تھا کہ پیچھے سے ایک آدمی نے آ کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ حاتم نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تھیلا تھا۔

حاتم نے کہا :۔

"تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"

ادھیڑ عمر آدمی کہنے لگا :۔

"حاتم! میں ایجنٹ نمبر پندرہ ہوں اور تمہارے لیے ایک خاص پیغام لایا ہوں۔ اسی وقت اپنے سفارت خانے جاؤ۔ وہاں تمہارا انتظار ہو رہا ہے انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم یہاں پہنچ چکے ہو۔"

آدم خوروں کے درمیان تھا۔ یہ موقع نہیں تھا۔ سانپ خاموشی سے ایک طرف ہٹ کر چھُپ گیا۔ اس نے سردار کی یہ آواز سُن لی تھی کہ مجھے طلسمی سانپ کی بُو آرہی ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ اس کی بُو کو محسوس کر سکتا تھا۔ یہ بات کالے سانپ کے راستے کی رکاوٹ ثابت ہو رہی تھی۔

سانپ نے سوچا کہ اسے ایسا کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جس سے اس کے جسم کی بُو نکلنا بند ہو جائے۔ اس کو خیال آگیا کہ اگر کوئی سانپ کسی مگرمچھ کے اُوپر سے گذر جائے تو اس کے جسم کی بُو چوبیس گھنٹوں تک کے لیے بند ہو جاتی ہے۔ کالا سانپ وہاں سے دلدلوں والے حصّے کی طرف چل پڑا۔ وہ چاہتا تھا کہ دلدلوں کے پاس مگرمچھ ضرور بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ ڈھلان اُتر کر ایک جگہ آگیا جہاں ایک دلدل کا چھوٹا سا ٹکڑا پھیلا ہوا تھا۔

اس دلدل میں سے ہلکی ہلکی بھاپ اُٹھ رہی تھی۔ دلدل خود بخود اُوپر کو اُٹھ رہی تھی اور اس میں سے سانس لینے کی آواز آرہی تھی۔ یہ دلدل ایسی تھی کہ اگر آدمی اس کے اندر گر جائے تو پھر اسے سوائے خدا کے دوسرا کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ کالے سانپ نے دلدل کے کنارے کنارے چلنا شروع کیا۔ ایک جگہ اسے زمین ابھری ہوئی نظر آئی۔ قریب

جا کر دیکھا کہ یہ ایک مگرمچھ تھا جو دلدل کے پاس ہی اپنا مُنہ زمین پر رکھے بے سُدھ پڑا تھا۔ اصل میں وہ اپنے شکار کی تلاش میں تھا۔ کہ جنگل کا کوئی جانور، درندہ یا انسان اس دلدل میں آکر پھنسے اور وہ اسے جلدی سے ہڑپ کر جائے۔

سانپ کے لیے یہ ایک سنہری موقع تھا۔ وہ مگرمچھ کے پہلو کی طرف سے رینگتا ہوا آیا اور مگرمچھ کے اُوپر سے گذر کر دُوسری طرف اُتر گیا۔ مگرمچھ کو احساس بھی نہ ہوا۔ دُوسری طرف آتے ہی سانپ کے جسم کی بُو چوبیس گھنٹوں کے لیے غائب ہو گئی۔ یعنی اب کوئی بڑے سے بڑا سپیرا بھی کالے سانپ کی بُو کو نہیں سُونگھ سکتا تھا۔ وہ آدم خور سردار کی جھونپڑی کی طرف چلا۔ اس وقت بھی آدم خور جھونپڑی میں نہیں آیا تھا۔ کالا سانپ سردار کی جھونپڑی میں جا کر ایک کونے میں چھُپ گیا۔ کوئی پندرہ بیس منٹ کے بعد آدم خور سردار جھونپڑی میں داخل ہوا۔ اس نے جھونپڑی کا پردہ گرایا اور ایک صراحی میں سے پانی نکال کر غٹا غٹ پینے لگا۔ پانی پینے کے بعد وہ دری پر لیٹ گیا۔ کچھ منٹ کے بعد آدم خور سردار کے خراٹوں کی آواز آنے لگی۔

کالا سانپ چپکے سے کونے میں سے نکل کر آدم سردار کے قریب آگیا سردار بے سُدھ سو رہا تھا۔ اس کی انگلی میں عمارہ کی انگوٹھی موجود تھی۔ سانپ نے سوچا کہ اب دیر نہیں کرنی چاہیے چنانچہ سانپ نے پوری آگ کی طاقت سے سردار کی انگلی پر پھونک مار دی۔

سردار کا ہاتھ جل کر ایک سیکنڈ میں راکھ ہو گیا۔ وہ چیخ مار کر اُچھلا۔ انگوٹھی دری پر پڑی تھی۔ سانپ نے انگوٹھی منہ میں پکڑی اور باہر کی طرف بھاگا۔ سردار سخت تکلیف میں تڑپ رہا تھا۔ اب وہ حیران تھا کہ اس کا ہاتھ کس نے آگ میں جلا دیا۔ وہاں اسے سانپ بھی نظر نہ آیا۔ کیونکہ جھونپڑی میں اندھیرا تھا۔

آدم خور اپنے سردار کی چیخ سُن کر جھونپڑی کی طرف دوڑے مگر اتنی دیر میں سانپ ان کی بستی سے نکل کر گھاٹی میں اُتر چکا تھا۔ گھاٹی میں اترنے کے بعد سانپ پہاڑی نالے کے ساتھ ساتھ رینگنے لگا اور پھر پہاڑی چٹان کے غار میں پہنچ گیا۔ سانپ کو دیکھ کر حاتم اور عمارہ کی جان میں جان آئی۔ جب اس کے منہ میں انگوٹھی دیکھی تو عمارہ خوشی سے چیخ کر بولی۔

"حاتم! وہ انگوٹھی لے آیا ہے۔"

کالے سانپ نے انگوٹھی عمارہ کے سامنے ڈال دی اور

بولا۔

"بڑی مشکل سے یہاں تک جان بچا کر آیا ہوں۔"

پھر اس نے ساری داستان سنائی کہ اس پر کیا گزری تھی۔ عمارہ نے سانپ کا دل سے شکریہ ادا کیا۔ حاتم بولا۔

"میری طاقت تو ابھی تک واپس نہیں آئی۔ تم انگوٹھی کی طاقت کو آزما کر دیکھو۔"

عمارہ نے انگوٹھی انگلی میں پہن کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑا۔ وہ ایک دم سے غائب ہو گئی۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"حاتم! اب میں سب کام کر سکتی ہوں۔"

اور یہ کہہ کر اس نے انگوٹھی کو ایک بار پھر رگڑا تو وہ سامنے ظاہر ہو گئی۔ حاتم نے سانپ سے کہا۔

"دوست! ہمارے دونوں مشن مکمل ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں اس ملک سے نکل جانا چاہیے تاکہ کوئی دوسرا مشن شروع کر سکیں۔"

سانپ بولا۔

"مجھے افسوس ہے حاتم کہ میں اب تمہارے ساتھ نہ جا سکوں گا۔ کیونکہ اجل ناگ نے مجھے وہیں بتا دیا تھا کہ مجھے اس کی خدمت میں باقی زندگی بسر کرنی

حاتم نے ابھی جواب دیا ہی نہیں تھا کہ ادھیڑ عمر آدمی وہاں سے آگے نکل گیا۔ حاتم طائیؒ نے واپس ہوٹل میں آکر عمارہ کو یہ بات بتائی۔ عمارہ بولی۔

"میرا خیال ہے وہ اپنا ہی ایجنٹ تھا۔ پھر بھی ہمیں احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

عمارہ نے انگوٹھی ہتھیلی پر رگڑی اور غائب ہو گئی۔ حاتم نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم میرے ساتھ رہنا۔ اب میں سفارت خانے کی طرف جاتا ہوں۔"

وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے سفارت خانے آگیا۔ اس کا نام سفارت خانے کے گیٹ پر پہنچا دیا گیا تھا۔ حاتم کے آتے ہی اسے اسی وقت اندر سفارت خانے کے فوجی اتاشی کے پاس پہنچا دیا گیا۔ فوجی اتاشی نے دروازہ بند کر دیا اور حاتم سے کہا۔

"تمہارے ساتھ عمارہ بھی تھی۔ وہ کہاں ہے؟"

اب چونکہ وہ اپنے سفارت خانے میں تھے اس لیے عمارہ کو غائب رہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ظاہر ہو گئی اور بولی۔

"میں آپ کے سامنے ہوں۔"
فوجی اتاشی تعجب سے عمارہ کو تکنے لگا۔
"تم تم غائب بھی ہو جاتی ہو؟"
عمارہ نے کہا:۔
"یہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے میرے پاس ایک خاص منتر ہے جس کی مدد سے میں غائب ہو جاتی ہوں۔"
فوجی اتاشی بولا:۔
"یہ طاقت تمہارے اگلے مشن میں بڑے کام آئے گی۔ اب تم اپنے اگلے مشن کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لو۔ یہ مشن بھی کوئی آسان مشن نہیں ہے بلکہ کچھ زیادہ ہی مشکل ہے۔"
حاتم نے پوچھا:۔
"آپ بتائیں کونسا مشن ہے۔ ہم اپنے وطن پاکستان کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کرنے کو تیار ہیں۔"
اتاشی نے دراز میں سے ایک چھوٹا سا نیلا کاغذ نکال کر اسے کھولا اور حاتم اور عمارہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔
"یہ اسرائیل کی ایک جیل کا نقشہ ہے۔ یہودیوں نے فلسطین کی تنظیم آزادی پی ایل او کے ایک مسلمان

عرب مجاہد حمزہ کو اس جیل میں قید میں ڈال رکھا ہے۔
حمزہ کو سخت اذیتیں دی جا رہی ہیں اور اس سے
بعض راز اگلوانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ تمہیں
ہر حالت میں اس فلسطینی مجاہد حمزہ کو اسرائیلی
یہودیوں کی قید سے نکال کر مصر کے دارالحکومت قاہرہ
میں موجود اپنے سفارت خانے میں پہنچانا ہے۔
مجھے اُمید ہے کہ تم یہ مشن کامیابی سے پورا کر سکو گے"
عمارہ نے کہا:۔
"کیا آپ کے پاس فلسطینی مجاہد حمزہ کی کوئی تصویر
ہے؟"
آتاشی نے دُوسرے دراز کی ایک فائیل ہی سے حمزہ
کی ایک تصویر نکال کر عمارہ اور حاتم کو دکھائی۔ اس تصویر
میں ایک نوجوان عرب مجاہد ہاتھ میں رائفل لیے کھڑا تھا۔
اس کی چھوٹی چھوٹی کالی داڑھی تھی اور سر پر اُس نے
مجاہدوں والا رُومال لپیٹ رکھا تھا۔ حاتم اور عمارہ نے
تصویر کو غور سے دیکھ کر حمزہ کی شکل اپنے ذہن میں بٹھا
لی۔
آتاشی کہنے لگا:۔
"تم اگر چاہو تو یہ تصویر اپنے ساتھ لے جا سکتے

ہو لیکن میں تمہیں تصویر ساتھ لے جانے کا مشورہ نہیں دُوں گا۔ اس سے کچھ مشکلات بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تم مجاہد حمزہ کی شکل یاد کر لو۔"

حاتم بولا :۔

"تصویر ساتھ لے جانے کی ضرورت بھی نہیں ہے ہمیں یہ شکل اچھی طرح یاد ہو گئی ہے۔ ہم اسے ہر حلیے میں پہچان لیں گے۔"

فوجی اناشی نے جیل کے نقشے کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا:۔

"یہودیوں نے اس جیل میں سخت حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں کوئی غیر آدمی اس جیل میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یہاں جگہ جگہ کلوز سرکٹ ٹی وی کیمرے اور راڈار لگے ہیں جو غیر آدمی کے آتے ہی خطرے کا سائرن بجا دیتے ہیں۔"

عمارہ کہنے لگی۔

"لیکن میں غائب ہو کر آسانی سے جیل کے اندر جا سکوں گی۔"

اناشی نے کہا :۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر ایک بات کا

ہمیں ڈر ہے۔"

"وہ کون سی بات ہے؟" حاتم طائی نے پوچھا۔

فوجی اتاشی بولا:۔

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس جیل کے گیٹ اور اس کے چیکنگ پوائنٹ پر امریکہ سے حاصل کیا گیا ایک ایسا آلہ نصب کیا گیا ہے کہ اگر کوئی سایہ بھی وہاں سے گزرے تو اس آلے کا ایک خاص بٹن روشن ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہاں ایسی ایٹمی تابکاری کی شعاعیں پھیل جاتی ہیں جو کسی نظر آنے والے زندہ انسان کو تو کچھ نہیں کہتیں مگر سائے یا نظر نہ آنے والی شے کو جلا کر وہیں راکھ کر ڈالتی ہیں۔"

عمارہ نے سوال کیا:۔

"مگر یہ آلہ غیبی شے کو کیسے دیکھ لیتا ہے۔"

فوجی اتاشی نے کہا۔

"وہ کسی بھی انسانی سائے یا غیبی جسم کی شعاعوں کو پکڑ لیتا ہے۔ اس دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں سے شعاعیں خارج نہ ہوتی ہوں۔ بس یہی ایک رکاوٹ تمہارے راستے میں ہے۔"

حاتم نے کہا:۔

"خدا ہماری مدد کرے گا۔ آپ ہمیں دوسری تفصیلات بتائیں کہ یہاں پولیس وغیرہ کی نفری کتنی ہے؟"

اناشی نے بتایا:۔

"یہاں پولیس بالکل نہیں ہے۔ چونکہ اس قید خانے میں آزادیٔ فلسطین کی تنظیم کا ایک بہت اہم مجاہد قید ہے اس لیے وہاں چاروں طرف باہر اور اندر یہودی فوج کا پہرہ ہے۔ یہودی فوج نے اس جیل خانے کو اپنے کنٹرول میں لے رکھا ہے۔ باقی ان کے مورچے جیل میں کہاں کہاں ہیں؟ یہ تمہیں وہاں جا کر خود معلوم کرنا ہو گا۔"

حاتم کہنے لگا:۔

"یہ جیل خانہ اسرائیل کے دارالحکومت سے کتنی دور ہے؟"

ماشی نے کہا:۔

"یہ جیل خانہ دارالحکومت میں نہیں ہے بلکہ یروشلم میں ہے۔ یروشلم سے سات کلومیٹر باہر دریائے اُردن کے پاس ایک میدان میں واقع ہے اور اس کی چاروں جانب خاردار تار کی دیوار کھڑی

کر دی گئی ہے۔"

حاتم اور عمارہ غور سے نقشے کو دیکھنے لگے۔ آناشی نے کہا۔

"ایک بات تمہارے حق میں جاتی ہے کہ تم دونوں عربی اور عبرانی زبانیں روانی سے بول لیتے ہو۔ دوسرے یہ بات بھی ہے کہ یروشلم کے علاقے میں مسلمان عرب آباد ہیں۔ تم ان سے بھی وقت پڑنے پہ مدد حاصل کر سکتے ہو۔"

عمارہ نے گہرا سانس لے کر کہا۔

"ہمیں کہاں سے اپنے مشن کو شروع کرنا ہوگا؟"

فوجی آناشی انہیں دوسرے کمرے میں لے گیا اور پھر سارا طریق کار سمجھا دیا۔ اسی روز حاتم اور عمارہ کے دو اسرائیلی پاسپورٹ تیار کر دیے گئے۔ عمارہ کا نام نادیہ اور حاتم کا نام جوزف پاسپورٹ میں درج تھا۔ انہیں اسرائیل کے باشندے اور میاں بیوی ظاہر کیا گیا تھا جو سیر و سیاحت کے دن امریکہ میں گزارنے کے بعد واپس اپنے وطن اسرائیل جا رہے تھے۔

آناشی نے ان دونوں کو پتلونیں، سوٹ اور امریکی اور اسرائیلی ڈالر بھی دیے۔ سفری تھیلوں میں ان کا کچھ سامان

بھی بند کر دیا اور کہا :۔

"تم دونوں کو یہ مشن اکیلے ہی سر انجام دینا ہو گا۔ وہاں اسرائیل میں ہمارا کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو تمہاری مدد کر سکے۔ تمہیں ہر مشکل خود ہی حل کرنی ہو گی اور ہر مسئلے پر خود ہی قابو پانا ہو گا۔"

حاتم بولا :۔

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔ اس نیک مشن میں خدا ہماری مدد کرے گا۔ ہمیں کہاں سے اسرائیل کے ملک میں داخل ہونا ہو گا۔"

زناشی نے کہا :۔

"یہاں سے ہم اپنے خاص ہوائی جہاز میں تم دونوں کو برازیل پہنچائیں گے۔ وہاں سے تم خود ہی دوسری فلائیٹ میں بیٹھ کر اسرائیل جاؤ گے اس کے بعد ہمارا تم سے کوئی رابطہ نہیں رہے گا۔ کیونکہ اسرائیل میں ہمارا کوئی سفارت خانہ بھی نہیں ہے۔ لیکن مجھے پوری اُمید ہے کہ تم انشاءاللہ فلسطینی مُجاہد حمزہ کو ساتھ لے کر مصر پہنچو گے۔"

عمارہ نے کہا :۔

"انشاء اللہ"

دونوں نے کپڑے تبدیل کر لیے۔ دونوں جیکٹ اور پتلون میں ملبوس تھے۔ دونوں کے لباس مغربی تھے۔ عمارہ بالکل یہودی عورت لگ رہی تھی۔ حاتم بھی یہودی ہی لگ رہا تھا۔

فوجی آتاشی دوسرے دن انہیں اپنے خاص طیارے میں بٹھا کر برازیل لے آیا۔ یہاں وہ انہیں ایئرپورٹ پہ خدا حافظ کہہ کر واپس چلا گیا۔ عمارہ اور حاتم دونوں برازیل کے ایئرپورٹ کے باہر کھڑے تھے۔ عمارہ نے کہا:۔

"ہمیں یروشلم تک کے لیے دو ٹکٹ خرید لینے چاہئیں۔"

حاتم بولا:۔

"ٹھیک ہے۔ تم بھی میرے پاس آؤ۔"

دونوں نے پاسپورٹ دکھا کر برازیلیہ سے اسرائیل کے شہر یروشلم تک کے دو ٹکٹ خرید لیے اور سیٹیں بھی بُک کروالیں۔ وہ لاؤنج میں آکر بیٹھ گئے۔ جہاز کے اُڑنے میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے۔ عمارہ اور حاتم ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے والی قطار میں ایک بھاری بدن کا ایک سوٹ بوٹ والا آدمی بیٹھا سگار پی رہا تھا۔

اور کبھی کبھی حاتم اور عمارہ کو دیکھ لیتا تھا۔ عمارہ نے کہا:۔

"حاتم سامنے والے صوفے پر بیٹھا شخص مجھے کچھ مشکوک لگتا ہے۔ وہ ہمیں بڑے غور سے دیکھ رہا ہے۔"

حاتم نے سر کھجاتے ہوئے موٹے یہودی کو دیکھا۔ موٹے یہودی نے جلدی سے نظریں دوسری طرف کر لیں۔ اس حرکت سے حاتم کو بھی شک ہوا کہ یہ ضرور یہودی سی آئی ڈی کا آدمی ہے۔ اس نے عمارہ سے کہا۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ویسے یہ شخص مجھے یہودی اسرائیلی محکمہ جاسوسی کا آدمی لگتا ہے۔ اب جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اس سے بھی نمٹ لیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد سپیکر پر اعلان ہوا کہ یروشلم جانے والے مسافروں سے درخواست ہے کہ وہ جہاز پر تشریف لے آئیں دوسرے مسافروں کے ساتھ حاتم اور عمارہ بھی اپنے سفری تھیلے اُٹھا کر گیٹ سے گزر کر بس میں بیٹھے اور بس نے انہیں بہت بڑے جمبو جیٹ طیارے کے پاس پہنچا دیا۔ یہ بہت بڑا جہاز تھا۔ سفر بھی بہت لمبا تھا۔ حاتم اور عمارہ کے پاسپورٹ اسرائیلی تھے۔ وہ بے فکری سے ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔ حاتم اخبار پڑھ رہا تھا۔ جہاز کے انجن سٹارٹ ہوئے۔ جہاز ٹیکی

کرتا رن وے پر آکر ایک جگہ رُک گیا۔ پھر اس کے چاروں انجن سٹارٹ کر دیے گئے اور وہ پوری رفتار سے رن وے پر بھاگتا ہوا پرواز کر گیا۔

رات کے دس بجے راستے میں واشنگٹن اور روم ٹھہرتا ہوا اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب کے ایئر پورٹ پر اُتر گیا۔ عمارہ اور حاتم جہاز سے اُتر کر سیدھے لاؤنج میں آکر بیٹھ گئے۔

عمارہ نے کہا :۔

"وہ موٹا یہودی بھی اسی جہاز میں سوار ہوا تھا حاتم اور میرا خیال ہے کہ وہ ہمارا پیچھا کرے گا۔"

حاتم نے کہا :۔

"مجھے معلوم ہے۔ میں نے اسے جہاز میں سوار ہوتے دیکھ لیا تھا۔ اسی لیے میں لاؤنج میں بیٹھ گیا ہوں۔ ہمیں یہ سوچنا ہے کہ اس وقت کہاں جائیں گے۔ کیونکہ اگر ہم نے کسی ہوٹل میں کمرے کرائے پر لیے تو اس جاسوس کو یقین ہو جائے گا کہ ہم یہاں کے باشندے نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر ہم یروشلم کے رہنے والے ہیں تو ہمیں اپنے مکان پر جانا چاہیے۔"

عمارہ نے کہا :۔

"تو پھر اس یہودی سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے یہی ایک طریقہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ ہمارے لیے مشکلات پیدا کرے گا۔"

حاتم کسی سوچ میں تھا۔ کہنے لگا:۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ چلو۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرتے ہیں۔"

حاتم نے چوری آنکھ سے دیکھا۔ موٹا یہودی بھی لاؤنج میں ایک جگہ بیٹھا حاتم اور عمارہ کی برابر نگرانی کر رہا تھا۔ حاتم اور عمارہ اُٹھے اور لاؤنج سے باہر آ گئے۔ حاتم نے کہا:۔

"ہم ٹیکسی لے کر جائیں گے۔ یہ شخص ضرور ہمارا پیچھا کرے گا۔ اگر اس نے پیچھا نہ کیا تو ٹھیک ہے اگر ہمارے تعاقب میں یہ بھی ٹیکسی لے کر آیا تو پھر ہم اس کو کسی جگہ ٹھکانے لگا دیں گے۔"

ایک ٹیکسی ان کے پاس آ گئی۔ حاتم اور عمارہ اس میں بیٹھ گئے۔ یروشلم کے سارے بازاروں اور ہوٹلوں کے بارے میں فوجی اتاشی نے حاتم کو ساری معلومات بتا دی تھیں۔ حاتم نے ٹیکسی والے سے کہا۔

"غازہ ہوٹل کی طرف چلو۔"

غازہ ہوٹل کے بارے میں حاتم کو بتایا گیا تھا کہ یہ ہوٹل

یروشلم شہر کے باہر ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ حاتم نے شیشے میں سے دیکھا کہ موٹا یہودی ان کے پیچھے پیچھے باہر آیا۔ اس نے بھی ایک خالی ٹیکسی رکوا لی اور ڈرائیور سے باتیں کرنے لگا۔ جب حاتم اور عمارہ کی ٹیکسی چلی تو موٹا یہودی بھی ٹیکسی میں ان کے پیچھے لگ گیا۔

حاتم نے عمارہ کو سرگوشی میں کہا:۔

"وہ ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔"

عمارہ نے دھیمی آواز میں کہا:۔

"اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ یہ یہودی جاسوس ہے اور اسے ہم پر جاسوس ہونے کا شک ہو گیا ہے۔"

ٹیکسی ایئر پورٹ کی حدود سے نکل کر یروشلم کے شہر کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔ ابھی غازہ ہوٹل دُور تھا۔ راستے میں ایک ویران سی جگہ آ گئی۔ یہاں اندھیرے میں کھجوروں کا ایک باغ تھا۔ حاتم نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا:۔

"اس باغ کے باہر ٹیکسی روک دو۔ ہم یہاں اپنے چچا سے مل کر آگے جائیں گے۔"

یہودی ڈرائیور نے کہا:۔

"میں انتظار نہیں کر سکتا۔"

حاتم نے کہا :۔

" تمہیں انتظار کرنے کی ضرورت بھی نہیں ۔ کیونکہ ہو سکتا ہے ہم رات چچا کے پاس ہی گزاریں ۔"

حاتم اور عمار نے ٹیکسی چھوڑ دی ۔ ان کے پیچھے کچھ فاصلے پر یہودی جاسوس نے بھی ٹیکسی روک لی اور اُتر گیا ۔ حاتم اور عمارہ کھجوروں کے باغ میں داخل ہو گئے ۔ کھجوروں کا باغ رات کے اندھیرے میں ویران پڑا تھا ۔ وہاں کوئی آدمی نہیں تھا ۔ کھجور کے درختوں کے درمیان ایک راستہ سامنے ایک بارہ دری کی طرف چلا گیا تھا ۔ حاتم نے کہا :۔

" ہم بارہ دری کے پیچھے جائیں گے ۔"

عمارہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا ۔ موٹا یہودی بھی باغ میں داخل ہو کر ان کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا ۔ عمارہ غصّے سے بولی :۔

" اس کم بخت کی موت اسے یہاں کھینچ کر لے آئی ہے ۔"

حاتم نے کہا :۔

" اب یہ خود موت کے منہ میں چلا آ رہا ہے ۔ اسے کوئی نہیں بچا سکتا ۔ اس کی موت کا وقت آ گیا ہے ۔"

بارہ دری کے پیچھے پہنچتے ہی پروگرام کے مطابق عمارہ انگوٹھی رگڑنے کے بعد غائب ہو گئی۔



خاموش پستول

یہودی جاسوس نے جیب سے پستول نکال لیا تھا۔
جب اس نے حاتم اور عمارہ کو بارہ دری کے پیچھے جاتا دیکھا تو وہ تیز تیز قدموں سے درختوں کے پیچھے سے ہوتا ہوا بارہ دری کی طرف نکل آیا اور اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ عمارہ غائب تھی مگر وہیں موجود تھی۔ حاتم کو اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ یہودی جاسوس کو دیوار کے پیچھے چھپا صاف دیکھ رہا تھا۔ یہ یہودی اسرائیل کی انٹیلی جینس یعنی سرکاری محکمہ جاسوسی کا بڑا مشہور جاسوس تھا۔ اسے برازیل ہی میں حاتم اور عمارہ پر شک ہو گیا تھا کہ یہ غیر ملکی ایجنٹ ہیں اور کسی خطرناک مشن پر اسرائیل جا رہے ہیں۔ اس نے بکنگ آفس سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ دونوں اسرائیل کے شہر یروشلم جا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ حاتم طائی نے ابھی عمارہ کو حملہ کرنے کے بارے میں کچھ نہیں کیا تھا کہ اچانک یہودی جاسوس

پستول تان کر حاتم کے سامنے آگیا اور انگریزی میں بولا :۔

" اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو اور واپس باغ کے باہر ٹیکسی میں چلو۔ تمہاری بیوی کہاں ہے ؟"

حاتم طائی نے پوچھا :۔

" بھائی تم ہمیں کس خوشی میں گرفتار کر رہے ہو اور تم کون ہو ؟"

یہودی جاسوس بولا :۔

" یہ سب کچھ تمہیں بتا دیا جائے گا۔ چپکے سے میرے آگے آگے چلو اور یہ بتاؤ کہ تمہاری بیوی کہاں ہے؟"

حاتم نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا :۔

" میرے ساتھ تو کوئی بیوی نہیں ہے۔ میں تو اکیلا یہاں آیا ہوں ۔"

یہودی جاسوس نے غصّے میں کہا :۔

" میں تین تک گنوں گا۔ اگر تم نے اپنی جاسوس بیوی کے بارے میں نہ بتایا کہ وہ کہاں ہے تو میں گولی چلا کر تمہیں اسی جگہ ڈھیر کر دوں گا۔"

حاتم نے مسکرا کر کہا :۔

" بھائی ! کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ پستول مجھے دے دو اور یہاں

سے واپس چلے جاؤ۔"

یہودی جاسوس کی موت اس کے سر پہ منڈلا رہی تھی۔ اس کا آخری وقت آگیا تھا۔ یہودی نے گنتی شروع کر دی۔ پہلے ایک کہا۔ پھر دو کہا۔ حاتم نے ایک بار پھر اسے روک دیا اور کہا:۔

"اب بھی وقت ہے یہاں سے جان بچا کر بھاگ جاؤ۔ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ تم موت کے جال میں پھنس چکے ہو۔"

مگر یہودی بالکل نہ سمجھ سکا کہ حاتم کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے دو کے بعد تین کہا اور جب حاتم نے کچھ نہ بتایا تو اس نے پستول کا فائر کر دیا۔ عمارہ اس کے قریب ہی کھڑی یہ سارا ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ حاتم پر گولی کا اثر نہیں ہوگا۔ یہودی جاسوس کے پستول میں سے گولی نکل کر حاتم کے سینے پر لگی اور اس کے سینے کے پار ہو گئی۔ حاتم اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔

یہودی جاسوس نے دوسرا تیسرا اور پھر چوتھا فائر کر دیا۔ باقی کی تین گولیاں بھی یہودی جاسوس کی آنکھوں کے سامنے حاتم کے سینے سے گذر گئیں۔ اس کے خیال میں حاتم کو خون میں لت پت ہو کر وہیں گر جانا چاہیے تھا مگر حاتم بڑے

اطمینان سے وہاں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اب تو یہودی پریشان ہو گیا۔

حاتم نے کہا:۔

"بھائی! میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ تو تمہارے حق میں اچھا ہو گا۔ مگر اب تمہارا وقت گزر گیا ہے۔ تم نے مجھ پر تین گولیاں چلا کر ایک طرح سے مجھے قتل کر دیا ہے۔ یہ میری طاقت ہے کہ میں مرا نہیں ورنہ تم نے تو اپنی طرف سے مجھے مار دیا ہے۔ اس طرح سے تم قاتل ہو۔ میرے قاتل ہو اور قاتل کو قانون کے مطابق سزا ضرور ملنی چاہیے۔"

یہودی جاسوس نے گھبراہٹ میں پستول کی باقی کی گولیاں بھی حاتم طائی پر فائر کر دیں۔ مگر ان کا بھی حاتم پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"تم نے ناحق اپنی گولیاں ضائع کیں اب میرے قتل کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

پھر حاتم نے عمارہ کو آواز دی:۔

"عمارہ!"

عمارہ نے کہا:۔

"میں تمہارے پاس ہوں حاتم۔"

یہودی موٹے نے عمارہ کی آواز سُنی تو گھبرا کر اندھیرے میں چاروں طرف دیکھا۔ اسے عمارہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ حاتم نے کہا:۔

"یہ تمہاری موت کی آواز تھی۔ اور موت کبھی کسی کو نظر نہیں آیا کرتی۔"

حاتم نے عمارہ سے کہا:۔

"عمارہ! یہ میرا قاتل ہے۔ اسے وہی سزا دو جو ایک قاتل کو دی جاتی ہے۔"

عمارہ نے کہا:۔

"ٹھیک ہے حاتم۔"

یہودی جاسوس خالی پستول پھینک کر باغ کے دروازے کی طرف اندھیرے میں بھاگا۔ عمارہ بھی اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ یہودی باغ کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کی ٹیکسی ابھی تک سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ وہ ٹیکسی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ عمارہ نے اس کی گردن پر پوری طاقت سے دونوں ہاتھ مارے۔ عمارہ کی طاقت کا یہودی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اس کے دو ہتھڑ میں اتنی طاقت تھی کہ یہودی جاسوس منہ کے بل سڑک پر گر گیا۔ وہ پھر نہ اٹھ سکا۔ کیونکہ اس کی گردن ٹوٹ

چکی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے جب اسے سڑک پر گرتے دیکھا تو دوڑ کر اس کے پاس آیا۔ جھک کر اس کے دل پر ہاتھ رکھا۔ جب ٹیکسی ڈرائیور کو پتہ چلا کہ وہ مرگیا ہے تو وہ ٹیکسی لے کر وہاں سے فرار ہو گیا۔

عمارہ نے واپس آکر حاتم کو بتایا کہ یہودی جاسوس کو ٹھکانے لگا دیا ہے اور ٹیکسی والا بھاگ گیا ہے۔ حاتم بولا:۔

"اس مصیبت سے تو چھٹکارا ملا۔ چلو اب غازہ ہوٹل کی طرف چلتے ہیں۔ وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

حاتم اور عمارہ کھجور کے باغ سے نکل کر غازہ ہوٹل کی طرف چل پڑے جو وہاں سے کچھ فاصلے پر پہاڑی کے پیچھے تھا اور جس کے کمروں میں روشنیاں ہو رہی تھیں۔ دونوں غازہ ہوٹل کے لان میں ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حاتم بولا:۔

"ہم یہاں سیاح کی حیثیت سے نہیں بلکہ اسرائیل کے رہنے والے میاں بیوی کی حیثیت سے ایک کمرہ کرائے پر لیں گے۔ اس کے بعد سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

وہ ہوٹل کی لابی میں آگئے۔ رات کافی گزر چکی تھی مگر ہوٹل میں چاروں طرف روشنیاں ہی روشنیاں تھیں۔ یہ یروشلم کا تھری سٹار ہوٹل تھا۔ حاتم نے عمارہ کو اپنی بیوی نادیہ ظاہر کیا اور اپنا نام جوزف بتایا۔ وہ عبرانی زبان بول رہا تھا اس نے کہا:۔

"ہمیں ایک کمرہ چاہیے۔"

کاؤنٹر بوائے نے جب انہیں عبرانی بولتے دیکھا تو فوراً کمرہ کرائے پر دے دیا۔ نوکر چابی لے کر حاتم کے ساتھ گیا اور دونوں کو کمرہ کھول کر دے دیا۔ حاتم نے ایک سو ڈالر دو دن کا کرایہ وہیں ادا کر دیا تھا۔

کمرے میں آکر انہوں نے منہ ہاتھ دھویا۔ عمارہ پلنگ پر بیٹھ گئی۔ حاتم اس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا:۔

"یہ پہلا موقع ہے کہ ہمیں کوئی اسلحہ نہیں دیا گیا۔ کوئی زہریلا پستول بھی نہیں دیا گیا۔"

عمارہ نے کہا:۔

"شاید اس کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے سفارت خانے کے پاس اس کا انتظام نہ ہو۔ بہر حال جب تک میری انگوٹھی میرے

پاس ہے ہمیں اس کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔"
"ہاں یہ تو ہے۔" حاتم نے کہا۔" لیکن پھر بھی اگر ہمارے پاس ایک خاموش پستول ہوتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔"

عمارہ نے کہا :۔

"ایسا پستول ہمیں اس شہر کے کسی اسٹور سے مل سکتا ہے۔ ہم خرید لیں گے۔ یروشلم کافی بڑا شہر ہے۔"

حاتم کہنے لگا۔

"میں صبح پستول تلاش کروں گا۔ اس وقت ہمیں آرام کرنا چاہیے۔"

اور عمارہ پلنگ پر اور حاتم طائی نیچے صوفے پر لیٹ گیا۔ رات گزر گئی، دن نکلا۔ دونوں نے کمرے میں ہی ناشتہ کیا۔ حاتم نے کپڑے بدلے اور عمارہ سے کہا۔

"تم کمرے میں ہی رہنا۔ اندر سے چٹخنی لگا لینا۔ میں خاموش پستول خریدنے جا رہا ہوں۔ جلدی آ جاؤں گا۔"

حاتم چلا گیا۔ عمارہ اندر سے دروازہ بند کر کے پلنگ پر اطمینان سے بیٹھ گئی۔ حاتم یروشلم کے سب سے بڑے

سٹور میں آ گیا۔ یہاں ہر قسم کا اسلحہ فروخت ہوتا تھا۔ حاتم کو اپنی مرضی کا ایک پستول مل گیا جس کے آگے سائی لا لیسنر لگا تھا اور فائر کرنے سے دھماکے کی آواز نہیں آتی تھی۔ حاتم نے گولیوں کا ایک بڑا پیکٹ بھی خرید لیا اور واپس ہوٹل کی طرف روانہ ہوا۔ عمارہ ہوٹل والے کمرے میں ہی تھی۔ حاتم نے عمارہ کو پستول دکھا کر کہا۔

"پستول تو مل گیا ہے۔"

عمارہ نے پستول کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور کہا۔

"چلو یہ تمہارے کام آئے گا۔"

دونوں بیٹھ کر اپنے مشن کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ حاتم نے کہا۔

"ایک بات طے ہے کہ ہم اس ہوٹل میں زیادہ دیر نہیں رہیں گے۔ ہمیں اپنے مشن کا آغاز یہاں سے نکل کر کسی گمنام جگہ سے کرنا ہو گا۔"

عمارہ بولی۔

"تم نے کیا سوچا ہے۔ میرا مطلب ہے ہم جیل کے اندر کیسے داخل ہوں گے۔ اور فلسطینی مجاہد حمزہ تک کیسے پہنچیں گے۔"

حاتم نے کہا۔

"سب سے پہلے تو ہمیں جیل خانے کے اندر جانے کا کوئی طریقہ ڈھونڈھنا ہو گا۔ کیونکہ جیل کے اندر جائے بغیر ہم حمزہ کو وہاں سے نہیں نکال سکتے۔"

عمارہ کہنے لگی۔

"جیسا کہ ہمیں آتاشی نے بتایا ہے جیل کے اندر میں غیبی حالت میں بھی داخل نہیں ہو سکتی پھر تم کس طرح اندر جاؤ گے؟"

حاتم نے کہا۔

"جس طرح جیل کے دوسرے لوگ اندر جاتے ہیں میں بھی اسی طرح اندر جانے کی کوشش کروں گا آخر وہ بھی تو اندر جاتے ہی ہیں۔"

عمارہ بولی۔

"اس کے لیے ہمیں جیل کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرنی ہوں گی کہ وہاں دن میں کون کون اندر جاتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ جیل میں کوئی نہ کوئی گاڑی یا لانڈری کی گاڑی ضروری چیزیں لے جانے اور اندر سے سامان باہر لانے کے لیے داخل ہوتی ہو گی۔ ہم کسی ایسی گاڑی میں اندر داخل ہونے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

حاتم غور کرنے لگا۔ پھر بولا۔

"عمارہ! جہاں تک میرا خیال ہے ہمیں یہاں کے کسی عرب مسلمان کی مدد لینی ہی پڑے گی۔"

عمارہ کہنے لگی۔

"اس کی بھی کوشش کر کے دیکھ لیں گے۔"

دوپہر تک وہ ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے پلان بناتے رہے کہ اپنے مشن کو کہاں سے اور کس طرح سے شروع کریں۔ دوپہر کے بعد حاتم اور عمارہ ہوٹل سے نکلے اور دریا کی طرف چل پڑے۔ گرمی تھی۔ فضا میں حبس بھی تھا۔ دریا کا کنارہ خالی پڑا تھا۔ عمارہ کہنے لگی۔

"کیوں نہ میں دریا میں تھوڑی سوئمنگ کر لوں۔"

حاتم بولا۔

"ٹھیک ہے تم اس طرف جھاڑیوں کے پیچھے جا کر سوئمنگ کرو۔ میں یہاں آرام کرتا ہوں۔"

حاتم ایک مٹی کے ڈھیر کے پیچھے بیٹھ گیا اور عمارہ جھاڑیوں کے پیچھے جا کر دریا میں اتر گئی۔ دریا کے ٹھنڈے پانی میں اسے بڑا سکون ملا۔ وہ زور زور سے ہاتھ پاؤں مار کر تیرنے لگی۔ دس پندرہ منٹ تک وہ بڑے شوق سے تیرتی رہی جب وہ دریا سے باہر نکلی تو اس کا یہ دیکھ کر رنگ اُڑ گیا کہ اس

کی انگلی میں انگوٹھی نہیں تھی۔ زور شور سے ہاتھ چلاتے ہوئے اس کی انگوٹھی دریا میں جا گری تھی۔

اس نے کپڑے پہنے اور حاتم طائی کو آ کر یہ دردناک خبر سُنائی کہ میری انگوٹھی تیرتے ہوئے دریا میں گر گئی ہے۔ یہ بہت بڑا نقصان تھا۔ انگوٹھی کی اس وقت انہیں سخت ضرورت تھی۔ حاتم سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا :۔

"اب کیا ہو سکتا ہے۔ اتنے بڑے دریا میں انگوٹھی کہاں تلاش کر سکتے ہیں۔ سوائے صبر کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔"

اس کے باوجود عمارہ دریا میں اُتر گئی۔ اس نے غوطے لگا کر انگوٹھی کو بہت تلاش کیا۔ مگر دریا میں گری ہوئی انگوٹھی بھلا کہاں مل سکتی تھی۔ مایوس ہو کر دونوں ہوٹل واپس آ گئے۔ حاتم نے کہا :۔

"اب انگوٹھی کو بھول جاؤ ہمیں اپنی اس کمزوری کو سامنے رکھتے ہوئے اب کوئی دوسری حکمت عملی تیار کرنی ہو گی۔"

شام کے وقت حاتم طائی ہوٹل کے کمرے میں ہی تھا کہ عمارہ بازار سے اپنے لیے کوئی چیزیں خریدنے سٹور میں آ گئی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ جس دن سے وہ ہوٹل میں آ کر

ٹھہرے ہیں ان کی نگرانی ہو رہی تھی۔ برانیل ہی سے اسرائیل کی خفیہ پولیس کو یہ اطلاع مل گئی تھی کہ ایک عورت اور مرد جو اصل میں پاکستانی ہیں اسرائیل میں جاسوسی کرنے داخل ہونے والے ہیں۔ یہودی جاسوس یروشلم میں داخل ہونے والے ہر جوڑے کی نگرانی کرنے لگی تھی۔ اس طرح سے حاتم اور عمارہ کی نگرانی بھی ہو رہی تھی۔ چونکہ خفیہ پولیس کے ایک تجربہ کار یہودی جاسوس کی لاش غازہ ہوٹل کے قریب کھجور کے باغ کے باہر سے ملی تھی اسی لیے غازہ ہوٹل میں اس رات آئے ہوئے جوڑے یعنی حاتم اور عمارہ کی نگرانی زیادہ کڑی کر دی گئی تھی۔

جس وقت عمارہ ہوٹل سے باہر نکلی تو ایک جاسوس تو ہوٹل کے باہر ہی رہا اور ایک عمارہ کے پیچھے لگ گیا۔ سٹور میں کافی رونق تھی۔ عمارہ نے اپنی پسند کے دو چار رومال خریدے اور جب واپس جانے لگی تو یہودی جاسوس اس کے سامنے آ گیا۔ یہودی جاسوس کو عمارہ پر بہت زیادہ شک تھا کہ یہ ضرور پاکستانی جاسوسہ ہے اور اسرائیل میں کسی خاص مشن پر آئی ہے۔ اُس نے عمارہ سے اس کا نام پوچھا۔ عمارہ نے اپنا نام نادیہ بتایا۔ یہودی جاسوس نے کہا :-

"تمہیں تھوڑی دیر کے لیے میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہوگا۔"

عمارہ کی انگوٹھی اس کے پاس نہیں تھی۔ وہ اس وقت ایک عام عورت تھی جس کے پاس کوئی طاقت نہ ہو۔ اس نے کہا۔

"آپ مجھے کیوں تھانے لے جائیں گے؟ کیا آپ کے پاس کوئی وارنٹ ہے میرے لیے؟"

یہودی جاسوس کی جیب میں اس کے لیے گرفتاری کا وارنٹ ہر وقت موجود رہتا تھا۔ اس نے وارنٹ نکال کر عمارہ کو دکھایا اور کہا۔

"یہ وارنٹ ہے آپ کی گرفتاری کا۔ اب چلیں میرے ساتھ پولیس اسٹیشن۔"

عمارہ نے سوچا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ مجبور تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اسرائیل کی پولیس اور خاص طور پر خفیہ پولیس بے حد وحشی ہے اور وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتی۔ اس نے سوچا کہ چلو تھانہ چلے چلتے ہیں۔ اس کے خلاف کوئی بات ثابت تو نہیں ہو سکے گی۔ وہ واپس آجائے گی۔ عمارہ یہودی جاسوس کے ساتھ سڑک پر آگئی۔ سڑک پر آکر اسے پتہ چلا کہ وہاں اسرائیلی پولیس کی گاڑی اس کو ساتھ لے

جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ گاڑی میں چار سپاہی بھی بیٹھے تھے۔ عمارہ ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ پولیس اسٹیشن آ کر یہودی جاسوس عمارہ کو ایک کمرے میں لے گیا۔

اس کمرے میں اسے سٹریچر پر لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھے جانے لگے تو عمارہ نے شور مچا دیا کہ مجھے کس جرم میں باندھا جا رہا ہے۔ مجھے میرا جرم بتایا جائے۔ انسپکٹر پولیس نے عمارہ کو بالوں سے پکڑ کر نیچے گرا دیا اور اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر گرجا۔

"بکواس بند کرو۔ ہم جانتے ہیں تم پاکستان سے آئی ہو۔ تم پاکستان کی جاسوسہ ہو۔"

عمارہ کو اس وقت اپنی انگوٹھی یاد آنے لگی۔ اگر انگوٹھی اس کے پاس ہوتی تو وہ اس درندے اسرائیلی انسپکٹر کو ایسا مزہ چکھاتی کہ ساری عمر یاد رکھتا۔ انہوں نے عمارہ کو سٹریچر پر باندھ دیا اور اس کے بالوں کو کھینچا جانے لگا عمارہ کو سخت تکلیف ہو رہی تھی مگر وہ دانت بھینچ کر تکلیف کو برداشت کر رہی تھی۔ یہودی انسپکٹر بار بار پوچھ رہا تھا کہ کھجور باغ کے پاس یہودی جاسوس کو تم میں سے کس نے قتل کیا ہے؟ اب عمارہ کی سمجھ میں بات آ گئی کہ پولیس کو یہودی جاسوس کی لاش مل گئی ہے اور اس پر قتل کا الزام

لگایا جا رہا ہے جو بالکل ٹھیک تھا۔ لیکن جاسوسی اور سازشوں میں تو دشمن قتل ہوتے ہی رہتے ہیں۔

عمارہ نے کہا۔

"میں کسی یہودی جاسوس کو نہیں جانتی مجھے کسی کے قتل کا کوئی علم نہیں ہے۔"

ادھر عمارہ کو تھانے کے اندر ایک کمرے میں بند کر کے اذیت دی جا رہی تھی اور دوسری طرف حاتم عمارہ کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ کہاں چلی گئی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ عمارہ یہیں قریب ہی گئی ہو گی اور ابھی آ جائے گی مگر جب رات کے گیارہ بج گئے اور عمارہ واپس نہ لوٹی تو حاتم کو سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ اسے شبہ ہوا کہ عمارہ کہیں ضرور پکڑی گئی ہے وہ اس کی تلاش میں ہوٹل سے باہر نکل کر سٹور کی طرف چلا جو ابھی تک کھلا تھا اور رات کے ایک بجے تک کھلا رہتا تھا۔ جونہی وہ سٹور کی طرف چلا وہ یہودی جاسوس بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ سٹور میں چند ایک گاہک ہی تھے۔ اسے عمارہ کہیں دکھائی نہ دی۔ حاتم مایوس ہو کر واپس آ گیا۔ اسے احساس تھا کہ عمارہ کے پاس طلسمی انگوٹھی نہیں ہے۔ اس کی طاقت ختم ہو چکی ہے اور وہ اگر گرفتار کر لی گئی ہے تو پھر یہودی پولیس کے قبضے سے اس کا

نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ حاتم نے کمرے میں آتے ہی اپنے کان کو ہاتھ لگایا۔ اس کی طاقت بھی واپس نہیں آئی تھی ۔ حاتم سوچ میں پڑ گیا کہ اگر عمارہ کو گرفتار کیا گیا ہے تو وہ بھی محفوظ نہیں ہے۔ اسے بھی وہاں سے نکل جانا چاہیے۔اس خیال کے آتے ہی حاتم طائی نے خاموش پستول جیب میں رکھا۔ سفری تھیلا کاندھے پر ڈالا اور دروازہ کھول کر چپکے سے باہر نکل کر ہوٹل کی سیڑھیاں اترنے لگا۔



ایٹمی انجکشن

رات کا ایک بج رہا تھا۔

حاتم طائی نے ہوٹل سے نکل کر ایک خالی ٹیکسی لی اور یروشلم شہر کی طرف چلنے کو کہا۔ اس کا خیال تھا کہ یروشلم شہر کافی گنجان ہے اور وہاں مسلمانوں کے ہوٹل بھی ہیں۔ وہ کسی مسلمان ہوٹل میں جا کر کمرہ لے لے گا۔ اور عمارہ کا سراغ لگانے کی کوشش کرے گا۔ جونہی وہ ٹیکسی میں سوار ہوا دوسری ٹیکسی میں یہودی جاسوس اس کے پیچھے لگ گیا۔

یروشلم کا مسلمان عرب علاقہ خاموش پڑا تھا۔ دکانیں اور مارکیٹیں بند تھیں۔ مگر ہوٹل کھلے تھے۔ ایک ہوٹل کا نام عرب ہوٹل تھا۔ حاتم نے وہاں ٹیکسی رکوائی اور اندر داخل ہو گیا۔ یہودی جاسوس جو اس کے پیچھے لگا تھا اس نے دیکھ لیا کہ حاتم عرب ہوٹل میں گیا ہے وہ جس ٹیکسی میں سوار تھا اصل میں وہ پولیس ہی کی ٹیکسی تھی۔ اس نے ٹیکسی کو اندھیرے میں ایک طرف کھڑے رکھا۔ اس میں خاموشی سے بیٹھا رہا۔

حاتم کمرہ لے کر اُوپر والی منزل میں آکر پلنگ پر لیٹا تھا۔ جب یہودی جاسوس کو یقین ہو گیا کہ جس عورت کو اُنھوں نے جاسوسہ کے شُبے میں پکڑا ہے اس کا خاوند جوزف بھی پاکستانی جاسوس ہی ہے ورنہ وہ یروشلم کے اس ہوٹل میں آنے کی بجائے سیدھا پولیس اسٹیشن جا کر اپنی بیوی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کراتا۔

یہودی جاسوس چپکے سے ٹیکسی سے نکلا اور عرب ہوٹل کے پاس آکر اس نے اندر جھانک کر دیکھا۔ حاتم وہاں نہیں تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ حاتم اس ہوٹل میں ہی ٹھہر گیا ہے واپس آکر اس نے پولیس کی گاڑی کو دُور پیچھے بھجوا دیا اور خود ایک ایسی جگہ چھُپ کر بیٹھ گیا جہاں سے وہ عرب ہوٹل کے دروازے کو صاف دیکھ سکتا تھا۔ حاتم عرب ہوٹل کے کمرے میں پلنگ پر لیٹا عمارہ کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔

دُوسری طرف عین اسی وقت یہودی انسپکٹر عمارہ سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔ عمارہ بڑی بہادری سے اذیت برداشت کر رہی تھی مگر اُس نے زبان نہیں کھولی تھی۔ وہ یہی کہہ رہی تھی کہ وہ نادیہ ہے اور حیفہ کے قریب ایک گاؤں میں اپنے خاوند کے ساتھ رہتی ہے اور وہ اپنے خاوند کے ساتھ یروشلم کی سیر و سیاحت کرنے آئے تھے۔ یہودی پولیس افسر نے

کہا۔

"آج اتنا ہی بہت ہے۔ کل تمہیں ایک ایسا ٹارچر کروں گا کہ اپنے آپ بول پڑو گی۔"

یہودی انسپکٹر اپنے سپاہیوں کے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔ ان کے جانے کے بعد عمارہ نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اپنے بالوں کو ٹھیک کیا اور سوچنے لگی کہ وہ یہاں سے کیسے فرار ہو سکتی ہے۔ تھانے کی یہ کوٹھڑی دوسری منزل پر تھی۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔ اس کی ایک ہی کھڑکی تھی جس پر تالا پڑا تھا۔ عمارہ پریشان ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگی۔ ابھی اس کو زیادہ اذیت نہیں دی گئی تھی صرف اس کے سر کے بال ہی نوچے گئے تھے جس کی وجہ سے عمارہ کا سر دکھ رہا تھا۔

وہ نا امید سی ہو کر سٹریچر پر بیٹھ گئی۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ باہر خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ عمارہ کو باہر برآمدے میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا نوکر ہاتھ میں پانی کی بالٹی لیے اندر آگیا۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا۔ بالٹی کونے میں رکھی اور تیز قدموں سے عمارہ کے پاس آکر بولا۔

"بیٹی! مجھے یقین ہے کہ تم پاکستانی مسلمان لڑکی ہو۔ میں تمہیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں۔ میں تمہاری صرف یہی مدد کر سکتا ہوں۔ میں کھڑکی کا تالا کھول دیتا ہوں۔"

پھر اس نے اپنی کمر کے گرد لپٹی ہوئی رسی کھول کر ہاتھ میں لے لی۔ جیب سے چابی نکال کر آہستہ سے کھڑکی کا تالا کھولا۔ پھر کھڑکی میں رسّی باندھ کر نیچے لٹکا دی اور عمارہ سے کہا۔

"میں بھی عرب مسلمان ہوں مگر یہاں نام بدل کر نوکری کر رہا ہوں۔ میں اسی لیے یہاں نوکری کر رہا ہوں کہ اگر یہاں کسی مسلمان عرب یا دوسرے مسلمان کو پولیس پکڑ کر لائے تو اس کی مدد کر سکوں۔ مجھے یقین ہے کہ اب تمہیں مجھ پر شک نہیں ہو گا۔"

عمارہ نے کہا۔

"تمہارا شکریہ بابا۔"

بوڑھا بولا۔

"میرا نام برقہ ہے۔ میں لبنان کا مسلمان عرب ہوں تم نیچے تھانے کے پیچھے والے باغیچے میں اُترو گی۔ میں وہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں گا۔ پھر

میں تمہیں یہاں سے ایک محفوظ جگہ پہنچا دوں گا۔"

عمارہ جلدی سے کھڑکی کے باہر اُتر گئی۔ برقہ بھی کوٹھڑی کو بند کر کے چلا گیا۔ وہ دوسری سیڑھیوں میں سے تھانے کے عقبی باغیچے میں آ گیا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کھڑکی کے نیچے جھاڑیوں کے پاس عمارہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ عمارہ کے پاس گیا تو عمارہ نے کہا۔

"میں واپس اپنے ہوٹل جانا چاہتی ہوں۔"

برقہ کہنے لگا۔

"بیٹی! اس ہوٹل میں تمہارا ساتھی اب نہیں ہے پولیس نے وہاں چھاپہ مارا تھا۔ وہ نہیں ملا۔ لگتا ہے وہ بھی کسی طرف تمہاری تلاش میں نکل گیا ہے۔ خدا کرے کہ وہ یہودیوں کے ہاتھ نہ لگے تم میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں ایک خاص جگہ لیے چلتا ہوں۔ جلدی کرو۔ تھانے میں اس وقت صرف ایک ہی گارڈ ہے جو دوسری طرف گیٹ پر کھڑا پہرہ دے رہا ہے۔"

عمارہ کو برقہ نے اپنے ساتھ لیا اور تھانے کی پچھلی دیوار پھلانگ کر ایک ریتیلے میدان میں لے آیا جہاں رات کے اندھیرے میں کھجوروں کے جھنڈ ستاروں بھرے آسمان

کے پس منظر میں نظر آ رہے تھے۔ یہاں انجیر کے باغ تھے۔ برقہ تیز قدموں سے ان باغوں کے درمیان کچے راستہ سے گذرنے لگا۔ عمارہ بھی تیز تیز قدموں سے اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ باغ ختم ہوئے تو ایک مٹی کی پہاڑی آگئی۔ اس کے پیچھے ایک چھوٹا سا کچا راستہ اوپر یروشلم کے جنوبی علاقے کی طرف جاتا تھا۔ یروشلم کا یہ مسلمان عربوں کا علاقہ تھا۔

رات کی خاموشی اور اندھیرے میں چلتے چلتے وہ یروشلم کے عرب مسلم علاقے کی نیم روشن تنگ گلیوں میں آ گئے۔ یہاں برقہ ایک چھوٹی سی گلی میں گھوم گیا۔ ایک مکان کے دروازے پر آکر برقہ نے آہستہ سے تین بار دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کسی نے آواز دی۔ "کون ہے؟" یہ کسی عورت کی آواز تھی۔ برقہ نے آہستہ سے کہا:۔
"برقہ ہوں۔"

اسی وقت دروازہ کھل گیا۔ ایک عورت چادر لیے کھڑی تھی۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ برقہ نے عمارہ کو ساتھ لیا اور ڈیوڑھی میں سے گزر کر ایک کمرے میں آگیا۔ کمرے میں بتی روشن تھی۔ فرش پر پرانا قالین بچھا تھا ایک معمولی سا صوفہ سیٹ پڑا تھا۔ دیوار پہ یاسر عرفات کی

فریم کی ہوئی تصویر لگی تھی۔ اب عمارہ کو کوئی شک نہ رہا کہ یہ لوگ فلسطینی مجاہدوں کے حامی مسلمان عرب ہیں۔ عرب عورت نے چادر اتار کر پلنگ پر رکھ دی جو کونے میں بچھا تھا۔ اس عورت کی عمر چالیس کے قریب تھی۔ جسم بڑا مضبوط تھا اور آنکھوں میں آزادی اور بہادری کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ برقہ نے کہا۔

"پطرہ! میں اسے تھانے سے چھڑا کر لایا ہوں۔ یہودی انسپکٹر نے اس پر بڑا ظلم کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پاکستانی لڑکی ہے اور ہماری مدد کرنے یہاں آئی ہے۔ باقی تم اس سے پوچھ لو۔"

پطرہ نے عمارہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔

"بیٹی تم کون ہو؟ ہمیں صاف بتا دو۔ ہم فلسطینی مجاہدوں کے دوست اور ساتھی ہیں۔ تمہیں یہاں کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

عمارہ نے سوچا کہ انہیں تھوڑا بہت بتا دینا چاہیے۔ وہ بولی۔

"میں صرف اتنا ہی بتا سکتی ہوں کہ میں مسلمان ہوں پاکستانی ہوں اور اسرائیل ہی میں ایک خاص مشن پر آئی ہوں۔"

"اور تمہارے ساتھ جو آدمی ہے وہ کون ہے؟" برقہ نے پوچھا۔

عمارہ نے کہا۔"وہ میرا ساتھی ہے۔ بس میں یہی کہہ سکتی ہوں۔"

برقہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹی! ہم تمہارے ساتھی کو بھی ڈھونڈھ کر تمہارے پاس لے آئیں گے۔"

عمارہ سوچنے لگی کہ کہیں ایک جال سے نکال کر اسے کسی دوسرے جال میں نہ پھنسایا جا رہا ہو، اس لیے اس نے ابھی تک یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ فلسطینی مجاہد حمزہ کو یہودیوں کی جیل سے آزاد کرانے کا مشن لے کر وہاں آئے ہیں۔ برقہ جاتے ہوئے بولا۔

"بیٹی! تم آرام کرو۔ کل بات کریں گے۔"

برقہ چلا گیا۔ اُس کے جانے کے بعد عرب عورت بطرہ نے عمارہ کو پلنگ پر بڑی محبت سے لٹا کر اُس پر چادر ڈال دی اور کہا۔

"اب سو جاؤ۔ صبح آؤں گی۔"

وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ عمارہ پلنگ پہ لیٹی حاتم کے بارے میں سوچنے لگی۔ رات گذر گئی۔ دوسری طرف حاتم

بھی اس محلے سے دُور اس عرب مسلم علاقے کے عرب ہوٹل کے کمرے میں پلنگ پر لیٹا تھا۔ وہ ساری رات جاگتا رہا تھا۔ دن نکلا تو حاتم کو عمارہ کی پریشانی اور فکر ہوٹل سے باہر لے آئی۔ وہ یروشلم کے گنجان مسلم علاقے میں چل پھر کر عمارہ کو تلاش کرنے لگا۔ اب تک عمارہ کی گمشدگی سے یہ بات حقیقت معلوم ہونے لگی تھی کہ اسے اسرائیلی خفیہ پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔ اب اس کا یوں کھلے بندوں پھرنا خطرناک تھا۔ اگر عمارہ پکڑی گئی تھی تو یہودی پولیس اب اسے بھی گرفتار کر سکتی تھی۔ حاتم طائی نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عرب ہوٹل میں بھی نہیں رہے گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی نہ کوئی یہودی جاسوس اُس کی نگرانی کر رہا ہو۔

ابھی دن کا وقت تھا۔ حاتم طائی واپس عرب ہوٹل آیا۔ کمرے میں اس کا صرف ایک سفری تھیلا ہی تھا۔ اس نے اپنا پاسپورٹ نقدی جیب میں ڈالی اور ہوٹل کی عقبی سیڑھیوں سے اُتر کر ہوٹل کے پیچھے والی گلی میں نکل آیا۔ وہ یہودی جاسوس کی نظروں سے بچنا چاہتا تھا۔ خاموش پستول اس کی جیب میں ہی تھا۔ وہ بڑی جلدی یروشلم کے مسلم عرب علاقے کی گنجان گلیوں میں گم ہو گیا۔ وہ گلیوں گلیوں چلتا کافی دُور علاقے کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ یہاں سے شہر کی ڈھلان

شروع ہوتی تھی۔ نیچے دو باغ تھے جہاں ایک مسجد بنی ہوئی تھی۔ حاتم طائی اس مسجد میں آ گیا۔

مسجد خالی تھی۔ صرف امام مسجد صحن میں ستون کے پاس بیٹھا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ حاتم طائی نے اسے سلام کیا اور قریب ہی بیٹھ گیا۔ امام مسجد فلسطینی عرب تھا۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر حاتم کو غور سے دیکھا اور پوچھا۔

"تم شکل و صورت سے فلسطینی نہیں لگتے۔"

حاتم نے عربی میں کہا۔

"محترم! میں عرب ہی ہوں۔ شام کا رہنے والا ہوں اور یروشلم میں مسجد اقصیٰ کی زیارت کو آیا ہوں۔"

امام مسجد بولا۔

"اگرچہ تم شامی لہجے میں عربی بولتے ہو مگر تمہاری شکل اس بات کا بار بار اعلان کر رہی ہے کہ تم عرب نہیں ہو۔"

حاتم نے کہا

"محترم! میں عرب ہی ہوں مگر ایک مدت تک اسلامی ملک پاکستان میں رہ رہا ہوں۔" وہاں کاروبار کے سلسلے میں مقیم ہوں۔"

امام مسجد نے کتاب چوکی پر رکھ دی اور حاتم طائی سے

پوچھا۔

"پاکستان کے مسلمان کیسے ہیں؟ ہمیں ان سے بڑی محبت ہے۔ فلسطینیوں کی آزادی کے لیے پاکستان ہماری جدوجہد میں ہمیشہ ہمارے ساتھ رہا ہے۔ ہم اپنے پاکستانی بھائیوں کے ان جذبات کی بڑی قدر کرتے ہیں۔"

حاتم طائی نے پھر بھی اپنے بارے میں امام مسجد کو کچھ نہ بتایا۔ بولا۔

"جی ہاں پاکستان کے مسلمان اپنے فلسطینی بھائیوں سے بڑا پیار کرتے ہیں اور اُن کو اپنا وطن آزاد کرانے دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کے ساتھ ہیں۔"

اتنے میں باہر گلی میں شور سا اُٹھا۔ معلوم ہوا کہ یہودی فوجی آ گئے ہیں۔ حاتم کو پریشانی ہوئی کہ یہودی اب اسے گرفتار کر لیں گے۔ حاتم طائی ابھی گرفتار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے بے اختیار ہو کر امام مسجد سے کہا۔

"مجھے کہیں چھپا لیں۔ یہودی فوجی اور پولیس میرے پیچھے لگی ہے۔"

امام مسجد نے اپنے حجرے کی طرف اشارہ کیا۔

"اندر جا کر چھپ جاؤ۔"

حاتم بھاگ کر حجرے میں چھپ گیا۔ اتنے میں چار

یہودی فوجی مسجد کے اندر آ گئے۔ ان کے آگے آگے یہودی کیپٹن تھا۔ اس نے آتے ہی امام مسجد سے عربی میں پوچھا۔

"یہاں کوئی اجنبی شخص تو نہیں آیا۔"

امام مسجد نے کہا۔

"یہاں صبح سے میں اکیلا ہی ہوں۔ نماز کے وقت نمازی آئے تھے وہ نماز پڑھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد کوئی نہیں آیا۔ مگر کیا بات ہے۔"

یہودی کیپٹن نے کہا۔

"ایک پاکستانی جاسوس اور جاسوسہ یروشلم میں داخل ہو گئے ہیں۔ جاسوسہ کو تو ہم نے پکڑ لیا ہے۔ مگر جاسوس ابھی تک نہیں پکڑا گیا۔ ہم اس کی تلاش میں ہیں۔ اگر یہاں آپ کسی اجنبی کو دیکھیں تو فوراً تھانے اطلاع کر دیں۔"

امام مسجد نے کہا۔

"ضرور اطلاع کر دوں گا۔"

یہودی فوجی چلے گئے۔ دو تین منٹ تک امام مسجد وہیں بیٹھا رہا۔ پھر وہ اُٹھ کر حجرے میں چلا آیا۔ حاتم وہاں چھپا ہوا تھا۔ امام مسجد نے اسے گلے لگا لیا اور اس کا ماتھا چُوم کر کہا۔

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا کہ تم پاکستانی ہو۔"
حاتم طائی بولا۔
"محترم! میں ڈرتا تھا کہ کہیں میرا راز فاش نہ ہو جائے۔"
امام مسجد نے کہا۔
"تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہاں سبھی مسلمان فلسطینی پاکستانیوں سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ اب بتاؤ تم پاکستان سے کس لیے آئے ہو؟"
حاتم نے اب بھی امام مسجد کو اصل بات نہ بتائی کہ وہ فلسطینی مجاہد حمزہ کو یہودیوں کی قید سے نکال کر مصر لے جانے آیا ہے۔ امام مسجد نے ایک بار پھر سوال کیا۔
"کیا تمہارے ساتھ کوئی لڑکی بھی ہے؟ بیٹیا مجھ سے بالکل نہ ڈرو۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں۔ تمہارا راز میرے سینے میں بند رہے گا۔"
حاتم نے اب صاف صاف بتا دیا کہ وہ فلسطینی مجاہد حمزہ کو یہودیوں کی قید سے نکالنے کے لیے یہاں آیا ہے۔ امام مسجد کا چہرہ خوشی سے لال ہو گیا۔ بولا۔
"بیٹیا! مجھے تم پاکستانیوں سے اسی ہمدردی کی امید

یہودی فوجی آئے تھے۔ میں نے انہیں بھگا دیا ہے
تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں ایک ایسی جگہ چھپا دوں گا،
جہاں تم بالکل محفوظ ہو گے۔ ابھی تم اسی حجرے میں
ہی رہنا۔ میں تھوڑی دیر میں تمہارا انتظام کر کے آتا
ہوں۔ کیونکہ یہودی فوجی علاقے میں پھر رہے ہیں۔
کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ایک بار پھر چھاپہ مارنے آجائیں
میں باہر سے تالا لگا جاؤں گا۔"

امام مسجد حجرے کو باہر سے تالا لگا کر چلا گیا۔ حاتم اندر بند رہا وہ عمارہ کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد امام مسجد واپس آیا۔ اس نے حاتم کو ساتھ لیا اور حجرے کے پچھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔ باہر ایک چھوٹی ٹیکسی کھڑی تھی۔ امام مسجد نے حاتم کو ساتھ بٹھایا اور ٹیکسی یروشلم کے بازاروں سے گزرتی ہوئی شہر سے باہر نکل گئی۔ یہ یروشلم کے باہر کا علاقہ تھا۔ ریتیلے اونچے میدان تھے۔ کہیں کہیں مٹی کے ٹیلے کھڑے تھے۔ کھجوروں کے جھنڈ بھی نظر آ رہے تھے۔ ٹیکسی یروشلم شہر سے پانچ میل دور ایک پرانے اور ویران سے باغ کے محرابی دروازے پر آ کر رک گئی۔

امام مسجد نے کہا۔
"آجاؤ حاتم۔"

امام نے ٹیکسی کو واپس بھجوا دیا۔ حاتم نے دیکھا کہ باغ کے آخر میں ایک مکان بنا ہوا تھا جو اک منزلہ تھا۔ کوارٹر کی طرح لگتا تھا۔ اس کی دیواروں پر انگور کی بیل چڑھی ہوئی تھی یہاں کوئی آدمی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مکان کے دروازے پر تالا لگا تھا۔ امام نے تالا کھولا۔ پھر حاتم کو اندر ایک کمرے میں بٹھا دیا اور کہا۔

"یہ تمہارے لیے بڑی محفوظ جگہ ہے۔ تم اطمینان سے یہاں بیٹھو۔ دوپہر کو میں آؤں گا۔ میرے ساتھ ایک فلسطینی کمانڈو جلال بھی ہو گا۔ حمزہ کی جیل سے رہائی کے بارے میں وہ تم سے بات کرے گا۔ میں جاتا ہوں۔ یہاں کوئی غیر آدمی نہیں آتا۔ بے فکر ہو کر رہنا۔"

دوپہر کو امام مسجد کے ساتھ فلسطینی کمانڈو جلال بھی آیا۔ یہ ایک نوجوان مسلمان فلسطینی کمانڈو تھا۔ اس نے عام جیکٹ اور پتلون پہن رکھی تھی۔ وہ حاتم سے گلے ملا اور پاکستان کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ حاتم نے کہا۔

"مجھے اور عمارہ کو ہمارے آقا نے خاص طور پر حمزہ کو یہودیوں کی قید سے نکال کر مصر پہنچانے

کے لیے بھیجا ہے۔ مگر عمارہ میرا خیال ہے کہ گرفتار ہو گئی ہے۔"

کمانڈو جلال کہنے لگا۔

"تم فکر نہ کرو۔ ہم عمارہ کا سراغ لگا لیں گے اگر وہ پولیس کے قبضے میں ہوئی تو اسے وہاں سے نکال لائیں گے۔ پہلے کھانا کھا لو۔"

وہ اپنے ساتھ بھنا ہوا گوشت اور نان لائے تھے، جسے سب نے مل کر کھایا۔ پھر امام مسجد واپس چلا گیا۔ اب وہاں حاتم اور کمانڈو جلال ہی رہ گئے۔ کمانڈو جلال نے کہا۔

"حمزہ کو یہاں جس جیل میں رکھا گیا ہے وہ شہر سے باہر ہے اور وہاں سخت حفاظتی انتظام ہیں کمپیوٹر اور راڈار لگے ہیں اور ایٹمی تابکاری بھی چھوڑی ہوئی ہے جیل کے اندر زیادہ قیدی نہیں ہیں۔ ان سب کو روزانہ ایک خاص ٹیکہ لگایا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایٹمی شعاعوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ لیکن باہر کا آدمی اگر ٹیکے کے بغیر وہاں آ جائے تو وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑے گا۔"

حاتم نے کہا۔

" مجھے ان باتوں کے بارے میں آناشی نے سب
کچھ پہلے ہی بتا دیا تھا۔"
کمانڈو جلال کہنے لگا۔
" حمزہ ہمارا سب سے بڑا اور بہادر مجاہد کمانڈو
ہے۔ ہم نے بڑی کوشش کی مگر اسے کسی طرح جیل
سے فرار نہیں کرا سکے۔ ہمیں صرف اتنا ہی معلوم
ہو سکا ہے کہ حمزہ کو جیل خانے کے کونے والے
مینار میں بند کیا ہوا ہے جس کے گرد سخت پہرہ
رہتا ہے اور نیچے سے بھی یہودی فوجی مورچے
میں بیٹھے مینار کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔"
حاتم نے پوچھا۔
" کیا جیل خانے کے کسی مسلمان ملازم کو ہم اپنے
ساتھ نہیں ملا سکتے؟"
کمانڈو جلال نے جواب دیا۔
" یہودیوں نے جیل میں کسی مسلمان کو ملازم نہیں
رکھا وہاں سبھی یہودی ملازم ہی ہیں۔"
حاتم طائی سوچ میں پڑ گیا۔ اس وقت اسے اپنی خفیہ
طاقت کا خیال آیا۔ کاش وہ غائب ہو سکتا۔ اس نے کان
کھجانے کے بہانے اپنے بائیں کان کو ہاتھ لگایا۔ دل میں

خدا کا نام پکارا کہ شاید اس کی طاقت واپس آگئی ہو اور
وہ غائب ہو جائے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اس کی طاقت ابھی
تک واپس نہیں آئی تھی۔

حاتم نے کہا۔

"کمانڈو جلال! سب سے پہلے ہمیں عمارہ کا سراغ
لگانا ہو گا کہ وہ یروشلم میں ہی ہے یا پولیس
اسے یہاں سے کسی دوسرے شہر لے گئی ہے۔"

کمانڈو جلال بولا۔

"تم بے فکر رہو۔ ہم آج ہی اس کا پتہ کروا لیں
گے۔ ہر تھانے میں ہمارا ایک آدمی ملازم ہے
تم آرام کرو۔ میں شام کو آؤں گا۔"

کمانڈو جلال باہر سے تالا لگا کر چلا گیا۔

دوسری طرف عمارہ ابھی تک یروشلم کے اسی گنجان
محلّے کے مکان میں عرب عورت بطرہ کے پاس ہی تھی۔
وہ ایک طرح سے چھپی ہوئی تھی کیونکہ یہودی پولیس اور
فوج کئی بار گلی سے عمارہ کی تلاش میں گذری تھی۔ یہودی
گھر گھر کی تلاشی لے رہے تھے۔ کمانڈو جلال نے تھانے
میں اپنے آدمی برقہ کو بلا کر پوچھا کہ کیا کوئی پاکستانی لڑکی
وہاں لائی گئی تھی؟

برقہ نے کہا۔

"ہاں لائی گئی تھی۔ اس کا نام عمارہ ہے۔"

جلال نے بے اختیار پوچھا۔

"وہ کہاں ہے؟ اس کی ہمیں تلاش ہے۔ وہ پاکستانی لڑکی ہے اور ہماری مدد کرنے حاتم کے ساتھ یہاں آئی ہے۔"

برقہ مسکرایا۔ کہنے لگا۔

"میں نے اسے تھانے سے نکال کر بطرہ کے مکان میں چھپا رکھا ہے۔"

کمانڈو جلال نے اطمینان کا سانس لیا اور بولا۔

"شاباش برقہ! تم نے میرا بہت بڑا بوجھ اتار دیا۔ حاتم میرے پاس باغ والے مکان میں ہے۔ ہمیں عمارہ کو بھی آج شام حاتم کے پاس پہنچانا ہے۔"

جب شام کا اندھیرا پھیل گیا۔ تو برقہ عمارہ کے پاس گیا اور اسے یہ خوش خبری سنائی کہ حاتم ان کی حفاظت میں ہے اور اس کا انتظار کر رہا ہے۔ عمارہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی عمارہ باغ والے ویران اور خالی مکان میں حاتم طائی کے پاس بیٹھی تھی۔ کمانڈو جلال اور

برزقہ بھی وہاں موجود تھے۔ عمارہ نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ ہم ایک بار پھر ایک دوسرے سے مل گئے۔"

انہوں نے مل کر کھانا کھایا۔ پھر مجاہد حمزہ کو جیل سے بھگانے کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ کمانڈو جلال کہنے لگا۔

"جب تک ہم میں سے کوئی جیل کے اندر جانے میں کامیاب نہیں ہوتا ہم حمزہ کو وہاں سے نہیں نکال سکتے۔"

عمارہ نے سوال کیا۔

"کیا حمزہ کو دوسرے قیدیوں کے ساتھ ٹہلوانے کے لیے بھی کوٹھڑی سے نہیں نکالا جاتا۔"

کمانڈو جلال بولا۔

"بالکل نہیں۔ وہ دو ماہ سے جیل کے مینار میں بند ہے۔ وہیں اسے کھانا وغیرہ پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہودی اصل میں اسے پھانسی پہ لٹکا دیتے مگر وہ مسلم ملکوں کے دباؤ میں ہیں۔ وہ اس انتظار میں ہیں کہ ذرا دباؤ کم ہو۔ لوگ حمزہ کے بارے میں باتیں کرنا بند کر دیں۔ اخبار اس کے بارے میں لکھنا

بند کر دیں۔ پھر وہ اسے پھانسی چڑھا دیں گے۔"

حاتم کہنے لگا۔

"اگر کسی طرح سے وہ ٹیکہ مل جائے جس سے جیل خانے کی فضا میں پھیلی ہوئی ایٹمی شعاعیں اثر نہیں کرتیں تو ہم جیل کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

برفہ بولا۔

"اس کی میں کوشش کروں گا۔"



خونی مینار

عمارہ اور حاتم اسی ویران باغ والے مکان میں رہنے لگے۔ یہودی پولیس اور فوج شہر میں اس کی تلاش جاری رکھے ہوئے تھی۔ کمانڈو جلال روزانہ رات کو آکر حاتم اور عمارہ کو ساری رپورٹ دے جاتا تھا۔ برقہ دو دن سے نہیں آیا تھا۔ وہ ایٹمی انجکشن کو حاصل کرنے کے لیے سرتوڑ جدوجہد کر رہا تھا۔ تین دن بعد رات کو برقہ ویران مکان میں آیا۔ کمانڈو جلال بھی اُس کے ہمراہ تھا۔ کمانڈو جلال آتے ہی بولا۔

"حاتم! برقہ ایٹمی انجکشن لانے میں کامیاب ہوگیا ہے مگر اس کا اثر ایک دن تک ہی رہے گا۔"

برقہ نے انجکشن کی چھوٹی سی شیشی نکال کر حاتم کو دی۔ حاتم اور عمارہ نے شیشی کو غور سے دیکھا۔ عمارہ نے کہا۔

"برقہ! کیا تمہیں یقین ہے کہ یہی ایٹمی انجکشن ہے۔"

برقہ مسکرایا۔

"بیٹی! میری آنکھیں کبھی دھوکہ نہیں کھا سکتیں ہیں

نے یہ انجکشن اسی ڈاکٹر کو بھاری رشوت دے کر حاصل کیا ہے جو جیل کو یہ انجکشن سپلائی کرتا ہے اور یہ انجکشن اُسی نے بنایا ہے۔"

حاتم کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ تم نے بڑا کمال کر دکھایا ہے۔"

برقہ بولا۔

"مگر اس کا اثر چوبیس گھنٹے تک رہتا ہے اس کا مطلب ہے کہ ہم میں سے جو کوئی بھی جیل کے اندر جائے گا اسے اپنا مشن چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مکمل کر کے حمزہ کے ساتھ جیل سے باہر آجانا ہو گا ورنہ وہ ایٹمی شعاعوں کے اثر سے وہیں گر پڑے گا اور اس کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔"

حاتم مسکرایا۔ کہنے لگا۔

"خدا نے چاہا تو ہم اپنا مشن چوبیس گھنٹے سے بھی پہلے مکمل کر لیں گے۔"

کمانڈو جلال نے پوچھا۔

"کیا تمہارے ذہن میں جیل کے اندر جانے کی کوئی سکیم موجود ہے حاتم؟"

حاتم نے کہا۔

"جلال بھائی! مجھے صرف یہ اطلاع چاہیے کہ جس مینار میں مجاہد حمزہ کو قید میں رکھا گیا ہے اس کی پچھلی دیوار میں کوئی کھڑکی ہے۔"

کمانڈو جلال نے برقہ کی طرف دیکھا۔ برقہ بولا۔

"مجھے کچھ عرصہ پہلے اس جیل کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ جس مینار میں مجاہد حمزہ کو قید کیا گیا ہے اس کی پچھلی طرف ایک کھڑکی ضرور کھلتی ہے مگر اب وہ کھڑکی ہمیشہ بند رہتی ہے۔ اس کے نیچے ایک گہری کھائی ہے جس میں پانی بھرا رہتا ہے اور ایک یہودی سپاہی کھائی کے کنارے چل پھر کر پہرہ دیتا ہے۔"

حاتم کچھ سوچ کر بولا۔

"یہ بتاؤ برقہ جیل کے اندر شام کے بعد بھی کوئی ٹرک یا گاڑی باہر سے جاتی ہے؟ میرا مطلب ہے کوئی ایسی گاڑی جو جیل کے اندر ضروری سامان لانے یا لے جانے کے واسطے جاتی ہو۔"

برقہ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

"رات کو دس بجے کے بعد ایک ٹرک باہر سے جیل میں جاتا ہے۔ یہ ٹرک جیل کا کوڑا لانے کے

لیے جاتا ہے۔"

حاتم ایک دم خوش ہوگیا۔ بولا۔

"بس سمجھو اب حمزہ جیل میں نہیں رہ سکتا۔"

"وہ کیسے؟" کمانڈو جلال نے پوچھا۔

حاتم نے کہا۔

"یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔"

پھر اس نے برقہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"برقہ یہ کوڑا لانے والا ٹرک کہاں سے چلتا ہے؟"

برقہ بولا۔

"ٹرک میونسپلٹی کا ہے اور شہر سے آتا ہے۔"

حاتم کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ کیا روزانہ ایک ہی آدمی کوڑا لانے آتا ہے یا بدل بدل کر آدمی آتے ہیں اور ٹرک میں کتنے آدمی ہوتے ہیں۔"

برقہ بولا۔

"اس ٹرک میں سوائے ڈرائیور کے اور کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ بس ایک ڈرائیور ہی آتا ہے۔ وہ ٹرک بھی چلاتا ہے اور جیل کے اندر بارکوں کے پیچھے رکھے ہوئے کوڑے کے ڈرم اٹھا کر

ٹرک میں بھی رکھتا ہے۔"

حاتم نے کہا۔

"یہ بڑی اچھی بات ہے کہ ٹرک میں صرف ایک آدمی ہی آتا ہے۔ تم نے میرا کام آسان کر دیا ہے۔"

عمارہ اور کمانڈو جلال حاتم کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمارہ نے پوچھ ہی لیا۔

"حاتم! آخر تمہاری سکیم کیا ہے؟ کیا تم اس ٹرک ڈرائیور کی جگہ اندر جانا چاہتے ہو؟"

کمانڈو جلال بولا۔

"اگر تمہارے ذہن میں یہی سکیم ہے تو یہ ناممکن ہے کیونکہ گیٹ پر اس ڈرائیور کی تصویر پہلے سے موجود ہے۔ یہودی فوجی اس ٹرک ڈرائیور کی شکل سے واقف ہیں۔ اس کی جگہ اگر تم ہوئے تو فوراً گرفتار کر لیے جاؤ گے۔"

حاتم مسکرایا۔ کہنے لگا۔

"میں اتنا احمق نہیں ہوں کمانڈو جلال کہ ڈرائیور کی جگہ خود بیٹھ جاؤں۔"

پھر تم اندر کیسے جاؤ گے؟ عمارہ نے پوچھا۔

حاتم بولا۔

"یہ میں ابھی کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"
برقہ بھی خاموش تھا۔ حاتم نے برقہ سے کہا۔
"برقہ! اس سلسلے میں تمہیں میری مدد کرنی ہوگی۔"
برقہ بولا۔
"میں ہر طرح سے تیار ہوں مدد کرنے کو۔"
حاتم نے پرُجوش انداز میں کہا۔
"ٹھیک ہے۔ کل رات تم مجھے اس سڑک پر لے چلوگے جہاں سے گذر کر ٹرک جیل خانے کی طرف جاتا ہے۔"
پھر کمانڈو جلال کی طرف دیکھ کر بولا۔
"کمانڈو جلال! مجھے ایک مضبوط رسّی چاہیے جو دو آدمیوں کا بوجھ سہار سکے اور جس کے آگے ایسا لوہے کا آنکڑا لگا ہو جیسا کہ کمند کے آگے لگا ہوتا ہے۔"
جلال نے کہا۔
"اس کا انتظام میں کر دوں گا مگر حاتم! تم کسی مصیبت میں نہ پھنس جانا۔"
حاتم نے کہا۔
"جلال! اگر میں مصیبت میں پھنسنے کے بارے

میں ہی سوچتا رہا تو یہ کام کبھی نہیں ہو سکے گا۔
میں ہر حالت میں کل رات جیل خانے میں داخل
ہو رہا ہوں اور خدا نے چاہا تو کل رات کے
پچھلے پہر تک مجاہد حمزہ یہاں اس مکان پہ ہمارے
ساتھ موجود ہو گا۔"
عمارہ بھی خاموش تھی۔ ایک بات کی اسے تسلی تھی
کہ حاتم مر نہیں سکے گا۔ اس پر اگر گولی بھی چلائی گئی تو
اس پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ کمانڈو جلال کہنے لگا۔
"حاتم! اگر تم مناسب سمجھو تو میں بھی تمہارے
ساتھ اس مشن پہ جانے کو تیار ہوں۔"
حاتم نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"نہیں جلال! میں اس مشن پر اکیلا ہی جاؤں
گا۔ دو آدمیوں سے مشن ناکام بھی ہو سکتا ہے
اب ہم کل رات یہاں ملیں گے۔"
کمانڈو جلال اور برقہ دوسرے دن رات کو آنے
کا کہہ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد عمارہ نے
حاتم سے کہا۔
"حاتم! تمہاری طاقت تمہارے پاس نہیں ہے
مجھے خطرہ ہے کہ کہیں حمزہ کو کوئی نقصان نہ

پہنچ جائے تمہیں تو کچھ نہیں ہو سکتا مگر فرار ہوتے دیکھ کر یہودی فوجی حمزہ کو گولی مار کر ہلاک کر سکتے ہیں۔"

حاتم کہنے لگا۔

"عمارہ! اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ میں انتہائی احتیاط کے ساتھ اس مشن کی کارروائی کروں گا۔ تم بے فکر رہو۔ یہ خطرہ مول لینا ضروری ہے۔ ورنہ حمزہ کو ہم کبھی بھی یہودیوں کی قید سے نہیں نکال سکتے اور ممکن ہے کہ ہفتہ دو ہفتے بعد یہودی حمزہ کو جان سے مار ڈالیں۔"

عمارہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

رات گذر گئی۔ دوسرا دن بھی خاموشی سے گزر گیا۔ اس ویران باغ کی طرف کوئی نہ آیا۔ جب رات ہو گئی تو کمانڈو جلال اور برقہ کھانا ساتھ لے کر آ گئے۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ حاتم نے وقت دیکھا اور برقہ سے پوچھا۔

"ٹرک کس وقت سڑک پر سے گذرتا ہے؟"

برقہ نے بھی گھڑی دیکھی اور بولا۔

"ٹرک ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے رات سڑک پر سے گزرے گا۔"

حاتم نے کہا۔

"اس وقت ابھی صرف نو بجے ہیں۔ ہمیں ابھی سے نکل جانا چاہیے۔ کیونکہ جیل یہاں سے سات آٹھ میل دُور ہے۔"

کمانڈو جلال نے ایک بار پھر ساتھ جانے کی پیشکش کی جسے حاتم نے شکریے کے ساتھ قبول نہ کیا اور بولا۔

"آپ لوگ اس مکان میں رہیں۔ میں انشاءاللہ مجاہد حمزہ کو ساتھ لے کر ہی آؤں گا۔"

یہ کہہ کر حاتم نے اپنے خاموش پستول کو چیک کیا۔ اس میں بارہ گولیاں بھریں۔ کچھ گولیاں جیب میں رکھ لیں۔ سر پہ کالا رومال باندھا جسم پر بھی کالی چُست جیکٹ پہن لی کہ رات کے اندھیرے میں وہ کسی کو نظر نہ آئے۔ پھر برقہ اور حاتم خاموشی سے رات کے اندھیرے میں ویران مکان سے نکل گئے۔

باہر برقہ کی جیپ کھڑی تھی۔ دونوں جیپ میں سوار ہو گئے۔ برقہ نے جیپ سٹارٹ کی اور اس کا رُخ یہودی جیل کی طرف کر دیا۔ آدھ گھنٹے بعد برقہ نے ایک ویران مقام پر جیپ کو کچی سڑک کے کنارے کھڑا کر دیا اور بولا۔

"یہی وہ سڑک ہے جہاں سے رات کو ٹرک گزرے

گا۔"

حاتم نے پوچھا۔

"جیل خانہ یہاں سے کتنی دُور ہے؟"

برقہ نے ریت کے ایک ٹیلے کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

"جیل خانہ اس ٹیلے کے پیچھے ہے۔"

حاتم نے ٹیلے کی طرف غور سے دیکھا۔ ٹیلے کے پیچھے سے ہلکی ہلکی روشنی کا غبار سا پھیلا ہوا تھا۔ برقہ نے کہا۔

"یہ روشنی جیل کے برقی قمقموں کی ہے۔"

حاتم بولا۔

"ایسا کرو جیپ کو یہاں سے آگے لے چلو۔"

انہوں نے کچھ آگے جا کر جیپ کو ایک چھوٹے ٹیلے کے پیچھے کھڑا کر دیا۔ حاتم اور برقہ جیپ سے اُتر پڑے۔ پکّی سڑک دُور تک خاموش اور سنسان تھی۔ حاتم کے ذہن میں جو سکیم تھی وہ اس نے ساری کی ساری برقہ کو سمجھا دی۔ جیپ کو انہوں نے پوری طرح سے ایک چھوٹے ٹیلے کے پیچھے چھپا دیا تھا کہ جب ٹرک کی روشنی سڑک پہ پڑے تو جیپ نظر نہ آئے۔

اب وہ دونوں ٹیلے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر سڑک

پر اُسی طرف دیکھنے لگے جدھر سے ٹرک کو آنا تھا۔ رات خاموش تھی اور آہستہ آہستہ گذرتی جا رہی تھی۔ جب گھڑی نے رات کے ٹھیک ساڑھے گیارہ بجائے تو دُور سے سڑک پہ ٹرک کی روشنی نظر آئی۔ حاتم نے برقہ سے کہا۔

"برقہ اب تم اپنا کام شروع کر دو۔"

برقہ ٹیلے کی اوٹ سے نکل کر کچی سڑک پہ آکر لیٹ گیا۔ سڑک چھوٹی تھی۔ اس کے آس پاس ڈھلان تھی جہاں ریت کے گڑھے تھے۔ ٹرک سڑک پر سے ہی گزر سکتا تھا حاتم ٹیلے کی اوٹ میں پیچھے ہو کر بیٹھا تھا۔ ٹرک کی روشنی قریب آ رہی تھی۔ جب روشنی بہت قریب آگئی تو پروگرام اور سکیم کے مطابق برقہ سینے پہ ہاتھ رکھ کر آہستہ سے اُٹھا اور سڑک پہ یوں لڑکھڑاتا ہوا ٹرک کی طرف چلا جیسے اس کو گولی لگی ہو۔ اس نے ایک ہاتھ اپنے سینے پہ رکھا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ سے ٹرک کو رُکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

ٹرک ڈرائیور سگریٹ سلگائے روز کی طرح ٹرک لے کر چلا آ رہا تھا۔ اس نے جو سڑک پہ ایک آدمی کو دیکھا کہ سینے پہ ہاتھ رکھے جُھکا ہوا ہے اور لڑکھڑا رہا ہے تو حیران ہوا کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔ اس نے آہستہ آہستہ بریک لگانی شروع

کر دی۔ برقہ کو ٹرک ڈرائیور نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ برقہ جیسے درد سے کراہ رہا تھا۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔

"خدا کے لیے میری مدد کرو۔"

اور اس کے ساتھ ہی سڑک پر گر پڑا۔ ٹرک ڈرائیور نے بریک لگا کر ٹرک کو روک دیا۔ ٹرک سے نیچے اُترا اور برقہ کے پاس آکر بولا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے ؟"

برقہ نے کراہتے ہوئے کہا۔

"میں جیل میں ملازم ہوں۔ رات کی ڈیوٹی پر تھا۔
چھٹی کر کے گھر جا رہا تھا کہ دل کا دورہ پڑ گیا ہے
خدا کے لیے مجھے پانی کا ایک گھونٹ پلاؤ۔"

ٹرک ڈرائیور نے کہا۔

"مگر میرے پاس تو پانی نہیں ہے۔"

برقہ کراہنے لگا۔ ٹرک ڈرائیور جُھک کر اس کے دل کی مالش کرنے لگا۔ اس دوران حاتم نے اپنا کام کر لیا تھا۔ وہ ٹیلے کے پیچھے سے آکر ٹرک میں چڑھ گیا تھا اور اپنے آپ کو پلاسٹک کے کوڑے کے ڈرموں کے پیچھے چھپا لیا تھا۔ اس کارروائی کو چوری آنکھوں سے برقہ نے بھی دیکھ لیا تھا۔ جب اسے معلوم ہو گیا کہ حاتم ٹرک کے پیچھے سوار ہو گیا ہے

اور ٹرک ڈرائیور کو خبر نہیں ہوئی تو وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور بولا۔
" تمہارا شکریہ بھائی! مالش کرنے سے مجھے کچھ آفاقہ ہو گیا ہے۔ اب میں اپنے گاؤں تک جا سکوں گا۔ تمہاری بڑی مہربانی۔ خدا تمہارا بھلا کرے۔"
یہ کہہ کر برقہ نے ڈرائیور سے ہاتھ ملایا اور ٹرک سے اُتر کر ٹیلے کی طرف یوں چلا جیسے اپنے گاؤں کی طرف جا رہا ہو۔ ڈرائیور واپس اپنی سیٹ پہ آ کر بیٹھ گیا اور ٹرک جیل خانے کی طرف چل پڑا۔ حاتم طائی نے ایٹمی انجکشن مکان سے چلتے ہوئے لگا لیا تھا۔ اب اس کے پاس صرف چوبیس گھنٹے تھے۔ مگر وہ تو راتوں رات اپنا مشن مکمل کرنے کا ارادہ کر کے نکلا تھا۔
جب ٹرک برقہ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ جیپ میں بیٹھا۔ اسے سٹارٹ کیا اور اسکیم کے مطابق جیپ کو صحرا میں تیزی سے چلاتا ہوا جیل خانے کے پیچھے اس جگہ لے آیا جہاں سے جیل کی عقبی کھائی زیادہ دُور نہیں تھی اور جہاں سے جیل کی پچھلی دیوار کی روشنی میں وہ مینار بھی نظر آ رہا تھا جس کے اندر فلسطینی مجاہد حمزہ قید تھا۔ برقہ نے جیپ کو ریت کے ٹیلے کی اوٹ میں کھڑا کر دیا اور خود ریت پہ بیٹھ کر بے چین نظروں سے جیل کے مینار کی طرف تکنے لگا۔

دوسری طرف ڈرائیور ٹرک کو لے کر جیل خانے کے گیٹ پر آکر رُک گیا۔ پہرے پر دو یہودی فوجی پہرہ دے رہے تھے اس ٹرک کو وہ روزانہ رات کو آتا جاتا دیکھا کرتے تھے۔ ایک فوجی نے ڈرائیور کو اس کے نام سے پکارا اور کہا۔

"لاؤ بھئی شناختی کارڈ دکھاؤ دانیال!"

ڈرائیور کا نام دانیال تھا۔ اس نے جیب سے شناختی کارڈ نکال کر دکھایا۔ فوجی نے کارڈ واپس کرتے ہوئے ڈرائیور سے پوچھا۔

"ایٹمی انجکشن لگا لیا تھا؟"

ڈرائیور بولا۔

"سر! وہ تو میں روزانہ رات کے نو بجے لگا کر اس طرف چلتا ہوں۔ تھینک یو سر!"

جیل خانے کا دروازہ کھول دیا گیا۔ ٹرک جیل خانے کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ حاتم ٹرک کے اندر خالی ڈرموں کے پیچھے دبک کر بیٹھا ہوا تھا۔ اگر اس وقت فوجی کو ٹرک کی تلاشی لینے کا خیال آ جاتا تو حاتم کا سارا مشن خاک میں مل گیا ہوتا۔ مگر کوڑا کرکٹ لے جانے والا ٹرک روزانہ رات کو اسی طرح آتا تھا اور اس کی تلاشی کی ضرورت کبھی کسی نے محسوس نہ کی تھی۔ ڈرائیور ٹرک کو جیل کے احاطے اور بارکوں کے پیچھے لے

گیا۔ حاتم نے اس جیل کا سارا نقشہ پہلے سے دیکھ کر اپنے ذہن میں بٹھا لیا تھا۔ ٹرک مینار سے چند قدموں کے فاصلے پر فلتھ ڈپو کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا جونہی ٹرک کھڑا ہوا حاتم ٹرک سے باہر نکل کر سامنے والی دیوار کے اندھیرے میں چھُپ چکا تھا۔

ڈرائیور گنگناتے ہوئے پیچھے آیا اور خالی ڈرم اتار کر ایک طرف رکھنے لگا۔ یہاں سے اسے بھرے ہوئے پلاسٹک کے چار ڈرم ٹرک میں رکھ کر واپس لے جانے تھے۔ حاتم کی نظریں مینار کے اُوپر جاتی سیڑھیوں پر لگی تھیں۔ یہ سیڑھی اُوپر چھت پر جاتی تھی۔ چھت پر وہ زینہ تھا جو اُوپر مینار کی کوٹھڑی تک جاتا تھا۔ اس جگہ دو یہودی فوجی سٹین گنیں لیے کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ حاتم اچھی طرح جانتا تھا کہ اب اسے کمانڈو ایکشن کرتا ہو گا اور ہر حالت میں فلسطینی مجاہد حمزہ کو مینار سے نکال کر ساتھ لے جانا ہو گا۔ رسّی اس کی کمر کے ساتھ لپٹی ہوئی تھی۔ اپنے منہ اور سر کو حاتم نے کالے رومال میں اچھی طرح سے ڈھانپ رکھا تھا۔ صرف اس کی آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں۔ حاتم اس وقت کا انتظار کر رہا تھا جب ڈرائیور ٹرک کو واپس جانے کے لیے اسٹارٹ کرے گا۔ کیونکہ وہ ٹرک کے شور میں سیڑھی چڑھ کر اُوپر جانا چاہتا تھا۔ تا کہ اس کے پاؤں کی آواز

کسی کو سنائی نہ دے۔

ڈرائیور نے چاروں پلاسٹک کے ڈرم اٹھا کر ٹرک کے پیچھے رکھے۔ خود سیٹ پر بیٹھا اور انجن سٹارٹ کر دیا۔ جونہی اس نے ٹرک کے انجن کو سٹارٹ کیا حاتم دوڑ کر اوپر جانے والے زینے کی طرف لپکا۔ زینے میں اندھیرا تھا۔ وہ دبے پاؤں اوپر چڑھنے لگا۔ ٹرک وہاں سے جا چکا تھا۔ حاتم نے زینے کے آخر میں پہنچ کر جھک کر باہر چھت پر دیکھا۔ یہاں مینار پاس ہی تھا جس کی سیڑھی کے دروازے کے باہر دو یہودی فوجی پہرے پر تھے۔ ان کے قریب دروازے کے اوپر بلب روشن تھا۔ حاتم نے خاموش پستول نکال کر اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ انگلی پستول کے ٹریگر پر تھی۔

حاتم کو ان دونوں یہودیوں کو ہلاک کرنا تھا۔ مگر وہ اس طرح فائر کرنا چاہتا تھا کہ جب وہ ایک پر فائر کرے اور وہ گرے تو دوسرے کو شور مچانے یا سٹین گن چلانے کا موقع نہ مل سکے حاتم زینے میں دبکا بیٹھا تھا۔ زینے میں ایک طرف بالکل اندھیرا تھا۔ حاتم نے اندھیرے میں ہو کر اپنے منہ سے پرندے کی آواز نکالی۔ یہودی فوجی جو پہرے پر کھڑے تھے انہوں نے چونک کر زینے کی طرف دیکھا کہ

یہاں سے پرندے کی آواز کہاں سے آگئی ۔ ایک فوجی نے کہا ۔

"کوئی پرندہ شاید زخمی ہو کر زینے میں پڑا ہے ۔"

حاتم نے ایک بار پھر پرندے کی آواز نکالی ۔یہودی فوجی نے کہا ۔

"میں دیکھتا ہوں ۔"

وہ سٹین گن گلے میں لٹکا کر زینے میں آگیا ۔حاتم نے سانس روک لیا تھا اور دیوار کے بالکل ساتھ اندھیرے میں لگا تھا ۔اس کے سیدھے ہاتھ میں پستول تھا ۔مگر عین وقت پہ اس نے دیکھا کہ یہودی فوجی پہ پستول چلانے کا موقع نہیں تھا کیونکہ فوجی اس کے بالکل قریب آگیا تھا ۔یہودی فوجی جھک کر زینے کے اندھیرے میں پرندے کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا تو حاتم نے بجلی ایسی پھرتی سے اپنا بازو یہودی فوجی کے گلے میں ڈال کر کمانڈو کی طرح اتنی زور اور پوری طاقت سے اوپر کو جھٹکا دیا کہ بغیر کسی آواز کے یہودی فوجی کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا اور وہ حاتم کے بازو میں لٹک گیا ۔

حاتم نے بڑے آرام سے یہودی کی لاش کو زینے میں ڈال دیا اور ایک بار پھر پیچھے اندھیرے میں ہٹ گیا ۔

جب پہلا فوجی زینے سے باہر نہ آیا تو دوسرے نے اسے آواز دی۔ جب کوئی جواب نہ آیا تو وہ بھی زینے کی کی طرف لپکا۔ اب حاتم اسے کسی قسم کی مہلت نہیں دے سکتا تھا۔ حاتم لپک کر سامنے آ گیا اور بالکل سامنے سے خاموش پستول کے اُوپر تلے چار فائر کر دیے۔ چاروں کی چاروں گولیاں یہودی فوجی کے سینے اور گردن میں لگیں۔ گولیوں کی آواز بالکل دھیمی تھی۔ کیونکہ پستول کے آگے سائی لینسر لگا تھا۔ یہودی فوجی آگے کو جھکا۔ خون اس کے جسم سے اُبلنے رہا تھا۔ وہ منہ کے بل زینے میں گرا۔ حاتم آگے سے ہٹ گیا۔ ہلکی سی آواز کے ساتھ دُوسرا فوجی پہلے یہودی فوجی کی لاش کے اُوپر آن گرا۔ حاتم نے ایک فوجی کی سٹین گن اُٹھائی اور بھاگ کر چھت پر آ گیا۔

مینار کو جانے والے زینے کے دروازے پر تالا لگا تھا۔ حاتم نے سٹین گن کی نالی تالے کے کنڈے میں ڈال کر اسے پیچھے کو جھٹکا دیا۔ کنڈا ٹوٹ گیا۔ وہ دروازہ کھول کر سیڑھیاں چڑھتا اور مینار کی کوٹھڑی میں آ گیا۔ کوٹھڑی میں اندھیرا تھا۔ حاتم نے عربی میں کہا۔

" حمزہ! میں تمہارا دوست ہوں۔ تمہیں یہاں

سے لے جانے آیا ہوں۔"

کونے میں سے ایک آدمی نے سر اٹھا کر دیکھا۔ حاتم اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"کیا تم ہی فلسطینی مجاہد حمزہ ہو؟"

حمزہ نے دھیمی آواز میں کہا۔

"ہاں۔ میں ہی حمزہ ہوں۔ کیا تمہیں کمانڈو جلال نے بھیجا ہے؟"

حاتم جلدی سے اُٹھا۔

"ہاں اُسی نے بھیجا ہے۔ فرار کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی حاتم نے مینار کی کوٹھڑی کی جو کھڑکی تھی اس کا تالا بھی توڑ کر کھڑکی کھول دی۔ پھر نیچے جھانک کر دیکھا۔ نیچے اسے کھائی کا پانی نظر آیا۔ ستاروں کی روشنی میں پانی کی چمک دھیمی تھی۔ حاتم نے جلدی سے آنکڑے کو کھڑکی میں پھنسایا اور رسّی نیچے گرا دی۔ حمزہ اس کے قریب آ گیا تھا۔ اس کے قیدیوں والے کپڑے تھے۔ حاتم نے کہا۔

"نیچے اُتر جاؤ۔ تیر کر کھائی کے پار چلے جانا۔ وہ سامنے دُور جو ریت کا ٹیلہ ہے اس کے پیچھے

برقہ جیب لیے کھڑا ہے۔ میں بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔"

حمزہ بھی ایک کمانڈو مجاہد تھا۔ آزادی کے خیال سے اس کے اندر ایک نئی طاقت آ گئی تھی۔ اُس نے رسّی کو پکڑا اور اپنے آپ کو کھڑکی کے باہر لے آیا۔ پھر اندھیرے میں آہستہ آہستہ نیچے اُترنا شروع کر دیا۔ حاتم نے دیکھ لیا تھا کہ کھائی پر کوئی فوجی پہرے دار نہیں تھا شاید وہ دوسری طرف گیا ہوا تھا۔ حاتم نے حمزہ کو بھی سمجھا دیا تھا کہ اس سے ہوشیار رہے اور اس کے راؤنڈ پر آنے سے پہلے پہلے کھائی پار کر جائے۔

حمزہ آہستہ سے کھائی کے پانی میں اُتر گیا اور ڈبکی لگا کر پانی کے اندر ہی اندر دُوسرے کنارے کی طرف بڑھا۔ حاتم نے رسّی اُوپر کھینچ لی اور پھر اس کی مدد سے خود بھی نیچے اترنے لگا۔ سٹین گن اس نے وہیں کوٹھڑی میں پھینک دی تھی۔ صرف خاموش پستول اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ تیزی سے نیچے اُتر گیا۔ رسّی اس نے وہیں چھوڑ دی اور کھائی میں اُترنے ہی لگا تھا کہ اچانک یہودی پہرے دار سامنے آ گیا۔ ایک سیکنڈ کی بھی اگر دیر ہو جاتی تو یہودی نے سٹین گن کا فائر کر دینا تھا۔ اس کی

گولیوں سے تو حاتم کو کوئی فرق نہ پڑتا مگر فائرنگ کے شور سے سارا مشن تباہ ہو سکتا تھا۔ حاتم چار فائر اپنے خاموش پستول سے کر چکا تھا۔ تین گولیاں یہودی کے سینے میں اور ایک سر میں لگی تھی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا تھا۔ حاتم طائی پانی میں اُتر گیا۔



ہیلی کاپٹر سے فائرنگ

حاتم نے غوطہ لگایا اور پانی کے اندر اندر دُوسرے کنارے کی طرف بڑھا۔ وہ جتنی تیزی سے جا سکتا پانی کے اندر چلا جا رہا تھا۔ حاتم دُوسرے کنارے پہ پہنچ گیا۔ کھائی سے باہر نکلتے ہی اس نے پیچھے جیل خانے کی اُونچی دیوار اور مینار پہ ایک نگاہ ڈالی۔ ابھی تک وہاں گہری خاموشی تھی اور کسی کو فلسطینی مجاہد حمزہ کے فرار کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ یہ حاتم کے لیے ایک نیک شگون تھا۔

وہ کھائی سے نکل کر ریت کے ٹیلے کی طرف بھاگا۔ ٹیلے کے پیچھے برقہ جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پہ اور حمزہ پیچھے چھپ کر بیٹھا تھا۔ حاتم نے جاتے ہی جیپ میں چھلانگ لگا دی برقہ نے جیپ سٹارٹ کی اور بے پناہ رفتار کے ساتھ وہاں سے بھاگا۔ وہ آدھ گھنٹے تک ریت کے ویران میدان میں جیپ کو اڑائے لیے جاتا رہا۔ اس دوران کسی نے آپس میں کوئی بات نہ کی۔ جب جیل کی روشنیاں پیچھے

رہ گئیں تو برقہ نے کہا۔

"حاتم! مجھے یقین نہیں تھا جو تم نے کر دکھایا۔"

حاتم نے فوراً جواب دیا۔

"خدا میرے ساتھ تھا۔ یہ سب کچھ اللہ کی مدد سے ہوا ہے۔"

حمزہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔

"کیا اُوپر کسی یہودی کو مارا بھی گیا تھا۔"

حاتم نے کہا۔

"دو پہرے داروں کی لاشیں تمہارے والے مینار کی سیڑھیوں میں پڑی ہیں اور ایک پہرے دار کی لاش نیچے کھائی کے کنارے پڑی ہے۔"

جیپ پوری رفتار سے بھاگی جا رہی تھی۔ برقہ جیپ کو لے کر ایک میدان کا اُوپر سے چکر لگا کر ویران باغ والے مکان کے سامنے لے آیا۔ جیپ کی آواز سُن کر کمانڈو جلال اور عمارہ نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔ ستاروں کی روشنی میں اُنھوں نے تین آدمیوں کو جیپ میں سے نکلتے دیکھا تو کمانڈو جلال کا سینہ خوشی سے پھُول گیا۔ اس نے مجاہد حمزہ کو فوراً پہچان لیا۔ دونوں گلے لگ کر ملے۔ جلال اسے اندر لے گیا۔ حاتم اور برقہ بھی اس کے پیچھے کمرے میں

آ گئے ۔ جلال نے حمزہ کا تعارف عمارہ اور حاتم سے کروایا اور بتایا کہ یہ سرفروش اور سچے مسلمان اور فلسطینی مجاہدوں کے حقیقی دوست پاکستان سے اس کی مدد کرنے آئے ہیں ۔ اور انھیں اپنے ساتھ مصر لے جائیں گے ۔

مجاہد حمزہ نے حاتم طائی کو گلے لگا لیا اور کہا ۔

"تم نے جس بہادری سے کام لیا ہے اس نے مجھے پاکستان کا اور زیادہ گرویدہ بنا دیا ہے ۔ واقعی پاکستان کے مسلمان سرفروش ہیں ۔ بہادر ہیں ۔ اسلام کے سچے سپاہی ہیں ۔"

پھر اس نے عمارہ کی طرف دیکھ کر کہا ۔

"عمارہ بہن ! میں تمہارا بھی شکر گزار ہوں کہ تم نے صرف میرے لیے یہاں تک آتے ہوئے تکلیفیں اٹھائیں ۔"

عمارہ نے کہا ۔

"حمزہ بھائی ! ہم مسلمان ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں اور پھر فلسطینی مسلمانوں سے تو ہر پاکستانی بے حد پیار کرتے ہیں ۔"

کمانڈو جلال نے کہا ۔

"کیوں نہیں ۔ کئی پاکستانی نوجوان ہمارے ساتھ

قدم سے قدم ملا کر اسرائیلیوں کا مقابلہ کرتے رہے ہیں اور کئی بار پاکستانی شہید بھی ہوئے ہیں ہمیں ہر پاکستانی پر فخر ہے اور ہمارے دل میں پاکستان کی عزت اور قدر ہمیشہ باقی رہے گی ہمارے بچے بھی پاکستان سے اسی طرح پیار کرتے ہیں۔"

حاتم بولا۔

"مجاہد حمزہ کا جیل سے فرار کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسرائیلی فوج سارے یروشلم کا محاصرہ کرے گی۔ سارے شہر کے گرد گھیرا ڈال لے گی اور ایک ایک گھر کی تلاشی لے گی۔"

حمزہ نے کہا۔

"وہ ایسا ہی کرے گی مگر ہم اُس کے ہاتھ آنے والے نہیں ہیں۔"

کمانڈو جلال نے جوش میں آ کر کہا۔

"خدا کی قسم اُنھوں نے ہماری بدقسمتی سے ہمارے مجاہد حمزہ کو گرفتار کر لیا تھا۔ اب ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔"

برقہ کہنے لگا۔

"لیکن یہ بات ہمیں فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ

ہمیں قدم قدم پر احتیاط کی ضرورت ہو گی اور اسی وقت ہم جس کھلی جگہ پر جس مکان میں پناہ لیے ہوئے ہیں اس مکان پر اسرائیلی فوج بڑی آسانی سے دھاوا بول سکتی ہے اور ہمارے پاس تو اُس کا مقابلہ کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے ۔"

حاتم طائی نے پوچھا۔

"کیا ہم کسی دوسری محفوظ جگہ پر نہیں جا سکتے ؟"

کمانڈو جلال نے کہا۔

"کیوں نہیں ۔"

پھر اس نے حمزہ اور برقہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں سلمٰی کے مکان کے تہہ خانے میں چلا جانا چاہیے ۔ کم از کم اس وقت تک ہمیں وہیں رہنا چاہیے جب تک کہ حالات سازگار نہیں ہو جاتے ۔"

عمارہ نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ ہمیں اس وقت یروشلم سے فرار ہو جانا چاہیے ۔ پیشتر اس کے کہ اسرائیلی فوج یروشلم کا محاصرہ کرے ۔"

کمانڈو جلال کہنے لگا۔

"خیال تو اچھا ہے۔ تم کیا کہتے ہو حمزہ؟"

مجاہد حمزہ نے اُٹھ کر کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔ پھر واپس مڑتے ہوئے بولا۔

"اس وقت تک میرے فرار کا جیل میں کسی کو علم نہیں ہوا۔ کیونکہ ابھی تک جیل کا الارم نہیں بجا۔ ہمارے پاس یہ وقت ہے کہ ہم یروشلم سے باہر نکل سکتے ہیں۔"

برقہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔

"جیپ میں کافی پٹرول موجود ہے۔ ہم ساحل سمندر تک جا سکتے ہیں۔"

عمارہ نے ایک بار پھر اصرار کیا کہ جیسے بھی ہو ہمیں یروشلم سے نکل جانا چاہیے۔

"یہ بڑا قیمتی وقت ہے جلال بھائی۔ ہمیں اس سے پورا فائدہ اُٹھانا چاہیے۔"

کمانڈو جلال اُٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو۔ نکل چلو۔"

وہ سب مکان سے نکل کر جیپ میں بیٹھ گئے۔ ابھی صبح ہونے میں کافی دیر تھی۔ برقہ اور کمانڈو جلال آگے بیٹھ گئے۔ پیچھے حاتم، مجاہد حمزہ اور عمارہ بیٹھی تھیں۔ برقہ نے جیپ کو ویران مکان کے احاطے سے نکالا اور ریت کی سڑک پہ

اتنی تیز رفتاری سے آگے بڑھایا کہ ایسا لگا جیسے بھونچال آ گیا ہو۔ جیپ یروشلم شہر کے مشرق کی طرف صحرا میں دوڑنے لگی۔ وہ یروشلم سے دُور ہوتے جا رہے تھے۔ شہر کی روشنیاں پیچھے چلی جا رہی تھیں۔ سب خاموش تھے۔ برقہ کی نظریں سامنے صحرا میں سے گذرنے والی سڑک پر تھیں اور ہاتھ جیپ کے سٹیرنگ کو سنبھالے ہوئے تھے۔ جیپ دائیں بائیں ہل رہی تھی۔

آخر یروشلم کی روشنیاں پیچھے نظر آنا بند ہو گئیں۔ وہ یروشلم سے کافی آگے نکل آئے تھے۔ ان کا رُخ سمندر کی طرف جہاں سینائی کا صحرا شروع ہوتا تھا۔ وہ سمندر کے کنارے کنارے نہر سویز اور پھر آگے پورٹ سعید تک جانا چاہتے تھے جہاں سے وہ مصر میں داخل ہو جاتے۔ مگر اس سارے علاقے میں اسرائیلی فوج نے زبردست مورچے بنائے ہوئے تھے۔

راستے میں ایک جگہ انھوں نے جیپ کو روک لیا تاکہ اس کے انجن کو صاف کیا جا سکے کیونکہ اندر ریت نہیں گئی تھی۔ جیپ سے اُتر کر عمارہ اور حاتم نے صحرا میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ رات کے وقت صحرا میں سردی بڑھ گئی تھی۔ حاتم نے کمانڈو جلال سے پوچھا۔

"یہ کون سی جگہ ہے جلال بھائی؟"
جلال نے کہا۔
"اس کے آگے بحیرہ روم کا سمندر ہے ہم سمندر کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے ہوتے وادیٔ سینا میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔"
عمارہ نے کہا۔
"مگر وادیٔ سینا پر تو اسرائیلیوں کا قبضہ ہے۔"
حمزہ بولا۔
"وادیٔ سینا کے صرف ایک حصے پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ جنوب کی طرف اس پر مصر کا قبضہ ہے۔ ہم اس علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔"
ابھی وہ یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ اچانک کسی ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ سُنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر میں سے ایک لائٹ بم پھینکا گیا جس نے روشن ہوکر سارے صحرا میں روشنی ہی روشنی کر دی۔ حمزہ نے چیخ کر کہا۔
"لیٹ جاؤ لیٹ جاؤ۔"
وہ ریت کی اُونچی نیچی لہروں میں لیٹ گئے۔ ہیلی کاپٹر ایک زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ اُن کے اُوپر سے گزر گیا۔ یہ اُن کی خوش قسمتی تھی کہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھی یہودی

یہودی فوجی زید کے گھر کی طرف دوڑ پڑے ۔ تہہ خانے میں کمانڈو جلال ، مجاہد حمزہ ، عمارہ اور حاتم طائی خاموش بیٹھے تھے ۔

پولیس اور فوج کی پارٹی کی نظر ان لوگوں کو نہیں دیکھ سکی تھی۔ جب ہیلی کاپٹر آگے نکل گیا تو کمانڈو جلال نے سانس بھر کر کہا۔

" ان کو حمزہ کے فرار کا علم ہو گیا ہے۔ اب وہ ہر طرف سے ہمارا پیچھا کریں گے۔ ہمیں اب آگے بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔"

مجاہد حمزہ کہنے لگا۔

" یہودیوں نے سمندر کے کنارے بھی اپنی سرچ پارٹی بھیج دی ہو گی۔ ہمیں ان سے بھی ہوشیار رہنا ہو گا۔"

عمارہ نے کہا۔

" اگر ہم اسی طرف جا رہے ہیں جس طرف یہودی ہماری تلاش میں ہیں تو ہم کہاں تک احتیاط سے کام لے سکتے ہیں۔"

برفہ بولا۔

" مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔"

حاتم کہنے لگا۔

" کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم سمندر کی طرف جانے کی بجائے صحرا میں سے گزر کر نہر سویز تک

پہنچیں جو کہ قاہرہ میں ہے اور جس پر مصر کا قبضہ ہے۔"
کمانڈو جلال کہنے لگا۔
"صحرا کا سفر ایک تو طویل ہے دوسرے ہمارے پاس سفر کے لیے نہ تو پانی ہے اور نہ خوراک ہی ہے۔"
"کیا راستے میں ہم کسی جگہ سے راشن حاصل نہیں کر سکتے؟" عمارہ نے پوچھا۔
مجاہد حمزہ بولا۔
"جیپ بھی اس صحرائی سفر میں ہمارا ساتھ نہیں دے سکتی۔ ہمیں اونٹوں کا اہتمام کرنا ہوگا۔"
اس خیال پر حاتم طائی نے فوراً کہا۔
"کیوں نہ ہم سب صحرائی بدوؤں کا بھیس بدل کر اونٹوں پر ایک قافلے کی شکل میں سفر کریں اس طرح سے ہم سفر بھی طے کرتے جائیں گے اور کسی کو ہم پر شک بھی نہیں ہوگا۔"
کمانڈو جلال سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اپنی داڑھی کھجاتے ہوئے بولا۔
"تجویز تو اچھی ہے مگر یہودی پولیس حمزہ کو پہچان لے گی۔"

عمارہ بولی۔

"ہم حمزہ کا حلیہ بدل دیں گے مطلب یہ کہ ہم حمزہ بھائی کو بوڑھا بنا دیں گے۔"

حمزہ مسکرایا۔

"میں بوڑھا نہیں بننا چاہتا ابھی مجھے بہت کام کرنا ہے۔"

کمانڈو جلال کہنے لگا۔

"ویسے حمزہ بھائی! بہن عمارہ کی تجویز مجھے پسند آئی ہے۔ ہمیں سمندر کی طرف جانے کا خیال ترک کر دینا چاہیے اور اس کی بجائے صحرا میں جنوب مشرق کی طرف سنان گاؤں کی طرف جانا چاہیے۔ سنان گاؤں میں ہمارے حامی مسلمان عرب رہتے ہیں وہاں سے ہمیں اونٹ اور خوراک بھی مل جائے گی۔"

برزقہ نے کہا۔

"خیال تو اچھا ہے۔ سنان کے لوگ تو ہمارے دوست اور ہمارے ہمدرد ہیں۔"

حمزہ بولا۔

"اور اب جب کہ یہودیوں کو میرے فرار کا علم ہو گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ سمندر کی طرف جانا مناسب

نہیں ہو گا۔ سمندر میں اسرائیلی گشتی سٹیمر پہنچ گئے ہوں
گے اور آگے پورٹ سعید کی جانب بھی اُنھوں
نے بے حد سخت انتظام کر رکھا ہو گا۔"
آخر اُنھوں نے یہی طے کیا کہ سمندر کی طرف جانے کی
بجائے صحرا میں سنان گاؤں کی طرف چلا جائے......
.... برقہ نے جیپ کے انجن کو
اچھی طرح سے صاف کر لیا تھا۔ وہ ایک بار پھر جیپ میں
سوار ہوئے اور جیپ نے اپنا راستہ تبدیل کر دیا اور وہ
سمندر کی طرف جانے کی بجائے صحرا کی طرف جنوب میں
روانہ ہو گئی۔ آگے ریت کے اُونچے اونچے ٹیلے شروع
ہو گئے۔ جیپ کبھی ایک ٹیلے میں سے نکلتی اور کبھی دوسرے
ٹیلے میں چھپ جاتی۔ ابھی وہ زیادہ دُور نہیں گئے تھے۔
کہ آسمان پر ایک بار پھر ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ سُنائی دی۔
اُنھوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ دُور سے حمزہ نے بلند آواز
میں کہا۔

"برقہ! جیپ کسی ٹیلے کی اوٹ میں کھڑی کر دو
وہ یہاں روشنی کا گولہ ضرور پھینکیں گے۔"
برقہ تیزی سے جیپ کو ایک ٹیلے کی اوٹ میں لے آیا
جیپ ابھی پوری طرح سے کھڑی بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ

سب چھلانگ لگا کر اس بس سے کود پڑے ۔ صرف برقہ جیپ میں بیٹھا تھا ۔ جیپ کے رُکتے ہی وہ بھی کود پڑا ۔ اچانک فضا میں روشنی کا گولہ پھٹا اور چاروں طرف دن چڑھ گیا ۔ اتنی روشنی ہو گئی کہ جیسے صحرا میں اچانک دھوپ نکل آئی ہو ۔ وہ سب منہ نیچے کیے ریت کے ٹیلے کے ساتھ ریت پر پڑے تھے ۔ روشنی کا گولہ آہستہ آہستہ نیچے آ کر بجھ گیا ۔ اور صحرا میں ایک بار پھر اندھیرا چھا گیا ۔ کمانڈو جلال نے سر اُٹھا کر کہا ۔

"ہمیں یہاں سے فوراً نکل جانا چاہیے ۔ یہودی دوسرا گولہ بھی پھینکیں گے اور ہو سکتا ہے وہ یہاں اُتر بھی پڑیں ۔ کیونکہ آگے ایک نخلستان ہے ۔ ان کا خیال ہو گا کہ شاید مجاہد حمزہ اس نخلستان میں چھپا ہوا ہو ۔"

وہ سب ریت پر سے اُٹھے اور جیپ میں بیٹھ گئے ۔ ہیلی کاپٹر ان کے اُوپر ایک چکر لگا کر کچھ دُور چلا گیا تھا برقہ کی بجائے اب کمانڈو جلال جیپ چلانے لگا ۔ وہ بھی پوری رفتار سے رات کے نیم اندھیرے میں جیپ کو لے کر آگے ہی آگے چلا جا رہا تھا ۔ یہاں ریت سخت تھی جس کی وجہ سے جیپ کو دوڑنے میں زیادہ دقت پیش نہیں

آ رہی تھی۔ جیپ کی اگلی پچھلی دونوں بتیاں بجھا دی گئی تھیں ہیلی کاپٹر اب اُن سے دُور چلا گیا تھا۔

عمارہ نے پوچھا۔

"سنان گاؤں یہاں سے کتنی دُور رہ گیا ہے"

کمانڈو جلال نے بلند آواز میں کہا۔

"زیادہ دُور نہیں ہے۔ دس پندرہ منٹ میں پہنچ جائیں گے۔"

چونکہ وہاں ریتیلی زمین سخت تھی اور جیپ کو تیز دوڑنے میں آسانی ہو رہی تھی اس لیے جیپ پندرہ منٹ میں سنان گاؤں کے باہر والے اُونچے ٹیوں کے پاس پہنچ گئی۔ برقہ نے بلند آواز میں کہا۔

"یہاں جیپ روک لو جلال بھیّا۔ ہمیں سنان گاؤں میں جیپ لے کر نہیں جانا ہو گا۔ کیونکہ وہاں کچھ عیسائیوں اور یہودیوں کے گھر بھی ہیں۔ ہو سکتا ہے ان کے پاس وائرلیس ہو اور وہ یہودی فوج کو ہماری مخبری کر دیں۔"

حاتم نے کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو وہ جیپ کے بغیر ہی ہمیں دیکھ کر ہماری خبر اسرائیلیوں کو کر دیں گے۔"

کمانڈو جلال بولا۔
"ہم انھیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔"
مجاہد حمزہ نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔
"میرا تو خیال ہے کہ ہم لوگوں کو اسی جگہ چھپے رہنا چاہیے اور برقہ خود جا کر گاؤں سے پانی کی چھاگلیں اور کھجوریں وغیرہ اور دو چار اُونٹ لے آئے۔ وہاں اس کو سبھی جانتے ہیں۔"
عمارہ بولی۔
"یہ تجویز اچھی ہے۔ ہم اسی جگہ رہتے ہیں اور برقہ بابا تم گاؤں جاؤ۔"
سنان گاؤں وہاں سے بمشکل ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ ستاروں کی دُھندلی روشنی میں سنان گاؤں کے سفید دیواروں والے کچے مکان نظر آ رہے تھے۔ کمانڈو جلال اور مجاہد حمزہ نے بھی برقہ سے یہی کہا۔ چنانچہ برقہ خاموشی سے جیب سے اُترا اور اپنے عربی رومال کو سر پر اچھی طرح سے باندھتا ہوا سنان گاؤں کی طرف چل پڑا۔
گاؤں کے لوگ گہری نیند سو رہے تھے۔ مکانوں پر خاموشی چھائی تھی۔ ایک مکان کے احاطے میں چھ سات اُونٹ بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔ برقہ کو اپنے

ساتھی زید کے گھر کا پتہ تھا۔ وہ سیدھا اس کے مکان پر آگیا۔ اس کے مکان کی دیوار پھاند کر وہ احاطے میں داخل ہوا۔ برقہ نے آواز اس لیے نہ دی کہ اس کی آواز سے دوسرے لوگ جاگ نہ پڑیں اور دوسروں کو اس کی آمد کا پتہ نہ چل جائے۔ احاطے میں وہ کوٹھڑی کے بند دروازے پر آیا۔ آہستہ سے خاص انداز میں دستک دی۔ تین چار بار دستک دینے پر اندر سے کسی نے پوچھا۔ "کون ہے؟" برقہ نے دروازے کے ساتھ منہ لگا کر کہا۔ "میں ہوں برقہ۔"

دروازہ ایک دم کھل گیا۔ سامنے زید کھڑا تھا۔ دونوں گلے ملے۔ زید اسے اندر لے آیا۔ فرش پر قالین بچھا تھا۔ زید نے پوچھا۔

"برقہ خیریت تو ہے۔ تم اس وقت آئے ہو۔"

برقہ نے اسے ساری بات بتائی اور کہا ہم نے مجاہد حمزہ کو یہودیوں کی قید سے آزاد کرا لیا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں اس وقت چار پانچ اُونٹ چاہیں جن پر سوار ہو کر ہم وادیٔ سینا کی طرف نکل جانا چاہتے ہیں۔ ہماری جیپ باہر ٹیلے کے پاس کھڑی ہے۔ وہ جیپ ہم راستے میں کسی جگہ چھوڑ دیں گے۔"

زید نے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ میرے پاس ساتھ والے احاطے میں اس وقت چار اُونٹ موجود ہیں۔ دو اُونٹ میں تمہیں اپنے بھائی کے احاطے سے کھول دیتا ہوں۔"

زید اور برقہ مکان سے نکل کر اونٹوں کے احاطے میں داخل ہوئے ہی تھے کہ آسمان پر ایک بار پھر وہی ہیلی کاپٹر نمودار ہوا۔ برقہ نے جلدی سے زید کو مکان کے اندر کھینچ لیا اور بولا۔

"یہ اسرائیلی فوج کا ہیلی کاپٹر ہے وہ حمزہ کی تلاش میں ادھر آئے ہیں۔"

زید نے کہا۔

"حمزہ اور جلال کو تم نے ٹیلے کے پاس بٹھایا ہے اگر ہیلی کاپٹر نے روشنی کا گولہ پھینکا تو وہ اور ان کی جیپ اُوپر سے نظر آجائے گی۔ بھاگ کر انھیں یہاں لے آؤ۔ میں انھیں اپنے مکان کے تہہ خانے میں چھپا دوں گا۔ وہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔"

برقہ گاؤں سے نکل کر اس ٹیلے کی طرف دوڑا جہاں جیپ کے پاس کمانڈو جلال، مجاہد حمزہ، حاتم اور عمارہ چھپے ہوئے تھے۔ انھوں نے بھی آسمان پر ہیلی کاپٹر کی نیلی سرخ روشنی

کو چکر لگاتے دیکھ لیا تھا۔ وہ اس وقت دوڑ کر ٹیلے کی دوسری طرف ریت پر لیٹ گئے تھے۔ مگر جیپ اسی طرح کھڑی تھی اگرچہ وہ ٹیلے کی اوٹ میں تھی۔ اگر روشنی کا گولہ دوسری طرف نہ پھینکا جائے تو اس طرف جیپ روشنی میں آسانی سے دیکھی جا سکتی تھی۔ اتنے میں ہیلی کاپٹر کی آواز زیادہ قریب آنے لگی۔ معلوم ہو رہا تھا کہ ہیلی کاپٹر نیچے اُترنے والا ہے۔ اس دوران برقہ بھی بھاگتا ہوا وہاں آ گیا۔ اس نے ہانپتے ہوئے کمانڈو جلال سے کہا۔

"جلدی سے سنان کے مکان میں چلو۔ وہ تہہ خانے میں چھپا دے گا۔ میں جیپ لے کر دوسری طرف نکل جاتا ہوں۔ میں نخلستان میں جیپ کو کسی جگہ چھپا دوں گا۔ جلدی کرو۔ ہیلی کاپٹر اسی گاؤں میں اُتر رہا ہے۔"

خدا کا شکر تھا کہ ہیلی کاپٹر نے روشنی کا گولہ نہیں پھینکا تھا۔ ورنہ یہ لوگ انھیں صاف نظر آ جاتے۔ ہیلی کاپٹر گاؤں کی دُوسری جانب شور مچاتا نیچے آ رہا تھا۔ برقہ جیپ کو لے کر نخلستان کی طرف دوڑ پڑا۔ کمانڈو جلال نے حمزہ، حاتم اور عمارہ کو ساتھ لیا اور دوڑتا ہوا زید کے مکان میں گھس گیا۔ زید پہلے سے ان کا بے تابی سے انتظار

کر رہا تھا۔ اس نے جلال کو دیکھتے ہی کہا۔

"فوراً میرے پیچھے آؤ۔"

کمانڈو جلال، مجاہد حمزہ، حاتم اور عمارہ تیز تیز چلتے زید کے ساتھ اس کے مکان کی کونے والی کوٹھری میں داخل ہوئے اس کوٹھڑی میں سوکھا گھاس پڑا تھا۔ اس گھاس کو زید نے جلدی سے پرے ہٹایا۔ اس کے نیچے زمین پر سے لکڑی کا تختہ زور سے اوپر اٹھایا۔ نیچے تہہ خانہ تھا "جلدی سے نیچے اتر جاؤ۔" کمانڈو جلال، مجاہد حمزہ، عمارہ اور حاتم تہہ خانے میں تنگ سیڑھی سے نیچے اتر گئے۔ زید نے اوپر تختہ لگا دیا اور گھاس ڈال دی۔ وہ دوڑ کر واپس اپنی کوٹھڑی میں آکر قالین پر خاموشی سے چادر اوڑھ کر لیٹ گیا۔ اس کے کان ہیلی کاپٹر کی آواز پر لگے تھے جو اب گاؤں کے کنارے اتر گیا تھا۔

ہیلی کاپٹر میں سے چھ یہودی فوجی سٹین گنیں لیے چھلانگیں لگا کر اترے۔ اترتے ہی انھوں نے فضا میں گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ ان گولیوں کی آواز سے اور ہیلی کاپٹر کی آواز سے بھی گاؤں کے سارے لوگ جاگ پڑے تھے۔ تہہ خانے میں حاتم، جلال، حمزہ اور عمارہ نے بھی گولیوں کی آواز سنی تو حاتم بولا۔

"اسرائیلی درندے مسلمانوں پر گولیاں چلا رہے ہیں۔"

سب چُپ تھے۔ تہہ خانے کے کسی خفیہ سوراخ میں سے تازہ ہوا اندر داخل ہو رہی تھی۔

دُوسری طرف اسرائیلی فوجی ایک دم سے گاؤں میں داخل ہو گئے۔ ایک کیپٹن آگے آگے تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اس نے گاؤں والوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سب لوگ گھروں سے نکل کر قطار میں کھڑے ہو جاؤ۔"

گاؤں کے پندرہ بیس مکان تھے۔ سارے مسلمان اور چھ سات یہودی اور عیسائی بھی مکانوں سے نکل کر قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ زید بھی اپنے مکان سے نکل کر اس قطار میں کھڑا ہو گیا۔ یہودی کپتان نے باری باری ہر ایک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورنا شروع کر دیا۔ وہ گھورتے ہوئے قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ زید کے پاس آ کر وہ رُک گیا اور چلّا کر بولا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

زید نے نام بتایا تو یہودی نے اس کو گریبان سے پکڑ کر نیچے گرا دیا اور اپنے سپاہیوں سے کہا۔

"اس کے گھر کی تلاشی لو۔"

یہودی فوجی زبیر کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔ تہہ خانے میں کمانڈو جلال، مجاہد حمزہ، عمارہ اور حاتم طائی خاموش بیٹھے تھے۔

اس کے بعد کیا ہوا؟

یہ جاننے کے لیے پڑھیئے

اسرائیلی جاسوسہ

رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات

شرلک ہومز سیریز

سُراغ رساں شرلک ہومز کا نام سُن کر بڑے بڑے چور ڈاکو کانپ جاتے تھے۔ قاتلوں کے ہاتھ سے پستول گر پڑتے تھے۔ ایک پُراسرار حادثے کے بعد دُنیا کا یہ مشہور جاسوس پاکستان میں آجاتا ہے۔

وہ یہاں کی پولیس کے ساتھ مل کر اپنے خاص طریقے سے سُراغرسانی کر کے مجرموں کو پکڑ کر قانون کے حوالے کرتا ہے اور انھیں سزا دِلواتا ہے۔

ہر واردات اِنتہائی حیرت انگیز، سنسنی خیز اور دلچسپ

اے حمید کا نیا، انوکھا اور دلچسپ سِلسلہ

شرلک ہومز کی واپسی	خطرناک چال	ریلوے لائن پر لاش
پُراسرار قاتل	خطرناک ٹارچ	آتشی دھماکہ
خُونی ٹرین	خطرناک جاسُوسی مشن	خُونی کوٹھی
موت کا خط	پُراسرار شرلک ہومز	قبرستان میں خُون
زہریلا شہر	قاتل کا خُون	شرلک ہومز کا پُتلا
	موت کا پارسل	

حاتم طائی سیریز

حاتم طائی بڑا سخی اور بہادر تھا۔ غریبوں اور دُکھی لوگوں کے کام آتا۔ جو کوئی سوال کرتا وہ اس کا سوال پورا کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوتا۔ خوفناک جنوں، بھوتوں، عفریتوں اور شیطانی جادوگروں کا مقابلہ کرتا۔ ہر قدم پر اللہ سے مدد مانگتا اور آخر سوالی کا سوال پورا کرنے میں کامیاب ہوتا۔

اب حاتم طائی الف لیلیٰ کی دُنیا سے نکل کر ہماری ماڈرن سائنس کی دُنیا میں سمگلروں اور جرائم پیشہ لوگوں کو ختم کرنے آ گیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ آپ کے شہر میں بھی آئے۔ اگر وہ آپ کو مل گیا تو آپ اس سے جس خواہش کا اظہار کریں گے وہ پہلے سے سوچ رکھیں۔

حاتم طائی کے ماڈرن ایڈونچر کا حال آپ کے پسندیدہ مصنف اے حمید نے بڑے دلچسپ اور مزیدار انداز میں بیان کیا ہے۔

حاتم طائی قبر سے نکل آیا
خطرناک مشن
خاموش پستول
لاش کا لاکٹ
قبرستان کی رات
اسرائیلی جاسوسہ

ڈھاکہ ایڈونچر

ہر طرف آگ اور خُون کا کھیل جاری تھا۔ گولیاں چل رہی تھیں۔ دُشمن کے بھیجے ہُوئے تخریب کار ڈھاکے میں تباہی مچا رہے تھے۔ اس افراتفری میں ایک لڑکا اپنے باپ سے بچھڑ جاتا ہے۔ پیچھے دشمن ہے۔ آگے دشمن مُلک ہے۔ لڑکا ہمت نہیں ہارتا۔ وہ عہد کرتا ہے کہ اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ کر رہے گا۔

اِس لڑکے کی سمندر، دریاؤں اور دشمن مُلک کے درمیان ہولناک سفر کی دلیرانہ سچّی کہانی۔

قدم قدم پر سسپنس۔ بہادری اور حُبُ الوطنی کے ایمان افروز واقعات۔

موت کی ٹرین	جیل سے فرار
بہادر بہرام	خُونی گلی
خفیہ تہہ خانہ	قلعے سے چھلانگ
خوفناک مشن	موت کا سِگنل